www.KitaboSunnat.com
عیسیٰ ابنِ مریم
علیہما السلام
اور
عیسائیت
مرتبہ
سرفراز طاہر
ادارہ صوت الاسلام
۶۵-بی پیپلز کالونی، فیصل آباد ○ فون ۴۲۷۰۰

عیسٰی ابنِ مریم علیہما السلام
اور
عیسائیت
www.KitaboSunnat.com
مرتبہ
سرفراز طاہر
ادارہ صوت الاسلام
۶۵-بی پیپلز کالونی، فیصل آباد ○ فون ۴۲۷۰۰

ناشر ـــــ علامہ مجاہد الحسینی

قیمت ـــــ

ادارہ صوت الاسلام
۶۵۔بی پیپلز کالونی فیصل آباد، پاکستان
ٹیلیفون: 42700

انتساب

حضرت مسیح عیسٰیؑ ابن مریم اور عیسائیت

کی بابت

متلاشیانِ حق و صداقت

کے نام

فہرست مضامین

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(سورہ الحدید پارہ ۲۷ آیت ۲۸)

اے (عیسیٰ پر) ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے (ثواب کے) دو حصے دے گا۔ اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلتے پھرتے ہوگے اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ غفور رحیم ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

(پارہ نمبر ۳ سورۂ آل عمران آیت ۶۴)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کہدو کہ اے اہل کتاب تم ایک بات پر آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مانی ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہ کریں۔ اور کسی چیز کو اُس کا شریک نہ بنائیں۔ اور خدا کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ پھر اب بھی اگر وہ رُخ پھیر لیں۔ تو (اے مسلمانو) تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم بلاشبہ اللہ کے فرماں بردار ہیں۔

ابتدائیہ

پاکستان میں مسلمانوں کے بعد جو اقلیت سب سے زیادہ ہے وہ عیسائی ہے۔ اس طرح تقریباً ہر مسلمان کا ان لوگوں سے قریبی تعلق ہے۔

ہمارا کھانا، پینا، لباس ایک سا ہے۔ اور کچھ رسوم رواج بھی ایک سے ہیں۔ اگر فرق ہے تو مذہبی عقائد کا ہے۔ میں نے بچپن میں کانونیٹ سکول سے پڑھا ہے۔ جہاں پر اکثر کلاس فیلو عیسائی بھی تھیں۔ بعض اوقات وہ لڑکیاں کبھی کبھی ہم سے پوچھتی تھیں کہ ہمارے اور تمہارے مذہب میں کیا فرق ہے۔ جبکہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں اور آپ بھی اُن کو اللہ کا نبی اور رسول مانتے ہیں۔ چونکہ اس وقت میرا اپنا علم محدود تھا اس لئے مناسب جواب نہ دے سکتے تھے۔ اس وقت بھی میرا عیسائی برادری سے پیشہ وارانہ رابطہ ہے۔ اکثر اوقات میری ماتحت مجھ سے ایسا سوال پوچھ لیا کرتی ہیں۔ اُن سے سوال و جواب کے بعد علم ہوا کہ اُن لوگوں کے اللہ رب العالمین کے بارے میں کیا نظریات ہیں۔ اس طرح مجھے شوق ہوا کہ میں خود اس بارے میں اپنے مذہب اسلام کی رہنمائی حاصل کروں۔ اللہ نے مجھے اِس بات کی توفیق عطا فرمائی۔ اب میں نے جب اپنے عقائد کا عیسائیوں کے عقائد سے مقابلہ کیا تو حق اور باطل کا فرق محسوس ہوا۔ عیسائیوں کی اکثریت اپنے مذہب کے بارے میں لاعلم ہے۔ جو کچھ پادری اُن کو بتا دیتے ہیں وہ من وعن وہی مان کر عمل کرتے رہتے ہیں۔ پھر میں نے یہ اندازہ بھی کیا کہ عیسائی علماء اور اہل تحریر۔ اپنی مذہبی کتابوں کو لکھتے وقت یا گرجا میں درس

دیتے وقت قرآن کے حوالہ جات بھی دیتے ہیں، مگر اُس کی تفسیر اور ترجمہ غلط طریقہ پر کر کے لوگوں کو بتاتے ہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ پاکستان بننے کے بعد اس اسلامی مملکت میں ہم بسنے والی اقلیتوں کے گھر گھر توحید اور رسالت کا پیغام پہنچا دیتے۔ خاص طور پر جن سے ہمارا قریبی تعلق ہے۔ اور جو اہل کتاب بھی ہیں۔ ہر مسلمان اسلام کا مبلغ ہے۔ وہ اپنے عمل اور کردار کے ذریعہ خود کو سچا مومن اور توحید پرست ثابت کرتا ہے۔

مگر صد افسوس ہم میں بے اکثریت اس مذہبی فریضہ سے غافل ہو گئے ہیں۔ اور اب یہ حال ہے کہ خود ہمیں اپنے مذہب کے بارے میں بنیادی باتوں کا علم نہیں ہے۔ عام مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ یہ علماء دین کا کام ہے۔ وہ ہی تبلیغ کریں۔

جب کہ ہمارے مقابلہ میں عیسائی مشنریاں اپنے عقائد کو پھیلانے میں دن رات مصروف ہیں۔ مجھے یہ جان کر از حد دکھ ہوا کہ ہماری عیسائی آبادی کی اکثریت صرف لاعلمی کی وجہ سے غلط مذہب پر قائم ہے۔ اگر ان کو حقیقتِ حال سمجھائی جائے تو اُن میں بہت سے لوگ اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لے سکتے ہیں۔ میں نے کوشش کی کہ مجھے کوئی ایسی کتاب ملے جس میں تفصیل کے ساتھ قرآن کی روشنی میں عیسائیت پر حضرت عیسیٰ اور مریم علیہ السلام پر مکمل بحث ہو۔ پھر خدا تعالیٰ نے مجھ میں یہ شوق پیدا کیا کہ کیوں نہ میں خود ہی ایسی کتاب مرتب کروں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور اسکی مدد سے میں نے یہ کتاب مرتب کی۔

اِس کتاب میں، میں نے تفصیل سے حضرت مریمؑ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور

عیسائیت پر بحث کی ہے اور کوشش کی ہے کوئی نقطہ ایسا باقی نہ رہے جس سے یہ نامکمل محسوس ہو۔

میں خاص طور پر عیسائی برادری اور عیسائی علماء سے اپیل کروں گی کہ وہ اس کتاب کو غور سے پڑھیں۔ اگر کوئی ایسا سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے جو اس کے ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا تو ہمارے علماء اللہ کے فضل و کرم سے اُن کا جواب مدلل طریقہ پر دے سکتے ہیں۔

باقی رہی ایمان لانے کی بات تو اس سلسلہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو سیدھا راستہ دکھائے (آمین)

اگر کوئی شخص اس کو پڑھنے کے بعد ایمان لاتا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ایمان لائے گا۔ اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ میرا فرض تو یہ تھا کہ میں پاکستان میں بسنے والی اس بڑی اقلیت کے مذہب کو زیر بحث لاکر سچ کو ثابت کروں، تاکہ عام لوگ اس کو پڑھ کر حق اور باطل کی تمیز کر سکیں۔

عام مسلمانوں کو بھی ہمارے ملک کی اس سب سے بڑی اقلیت کے مذہب کے بارے میں کوئی زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ اس دور میں جب کہ تمام دنیا میں تحریک احیائے اسلام جاری ہے تو ہم عورتوں کا بھی فرض ہے کہ اس سلسلہ میں میدان میں آئیں اپنے عظیم اور سچے دین کا مطالعہ کریں اور اسکی روشنی کو دوسروں تک پہنچائیں۔ خاص طور پر ایسی عورتیں جن کا کام لکھنا لکھانا ہے۔ بہت سارے موضوعات ہیں جن کو لکھا جا سکتا ہے۔ تاکہ ہم اپنی زندگی کو خالص اسلامی اصولوں کی روشنی میں گزاریں۔ اور اپنی اولاد کو بھی اندھیروں سے نکال کر صراطِ مستقیم پر چلائیں۔ مادیت پرستی کے اس دور میں صحیح اسلامی لکھا اور تحریر کی اشد

ضرورت ہے تاکہ ہمارے بے چین دلوں کو سکون اور اطمینان نصیب ہو۔ اور ہمارا ایمان راسخ ہو جائے۔

آخر میں میری اپیل ہے کہ ہر پڑھنے والا یہ کتاب کسی دوسرے کو ضرور دے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔ ایسا کرنے سے آپ میری عزت نہیں بڑھائیں گے بلکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنا فرض پورا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اسلام کی راہ پر گامزن کرے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی اور کامرانی عطا فرمائے۔

آمین

سرفراز طاہر

یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِیْثُ أَنَا عَبْدٌ مُّذْنِبٌ وَأَنْتَ رَبِّی ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ فَاعْفُ عَنِّی، فَإِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِیْمٌ یَا عَظِیْمَ الْعَفْوِ یَا نِعْمَ النَّصِیْرِ ۝ آمین

مقدمہ

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام
اور
عیسائیت
علم و تحقیق کے آئینہ میں

مرتبہ سرفراز طاہر کے مسودے کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ میری رائے میں یہ بڑی خوبصورت علمی اور تحقیقی کاوش ہے۔ جسے محترمہ سرفراز طاہر نے بڑی خوش اسلوبی سے قرآن اور حدیث کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تعلیمات عیسوی اور اس سے قبل تعلیمات موسوی، اس دین حقہ کی نشان دہی کرتی ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مکمل فرمایا۔ آج کے اس دور میں تمام ادیان کے پیروکاروں کو چاہیئے کہ وہ اپنی مشترکہ اقدار کو سامنے رکھتے ہوئے کفر و الحاد کے خلاف متحد لائحہ عمل اختیار کریں۔ تاکہ بنی نوع انسان کمیونسٹ اور مارکسی نظریات کی یلغار سے محفوظ رہے۔ زیر نظر کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کے متعلق قرآن و حدیث کے ارشادات پیش کرکے مسیحی برادری پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ ہم مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے بارے میں عقیدت و احترام کے کیا جذبات رکھتے ہیں اور ان کی تعلمات کو منجانب

اللہ سمجھتے ہوئے ان کو کیا مقام دیتے ہیں۔ یہ کتاب شکوک و شبہات جو مُدتوں سے عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان بعض عناصر نے دانستہ پیدا کیے ہیں دور کرنے میں ممدو معاون ثابت ہوگی اور اگر عیسائی حضرات بھی اس کتاب کا مطالعہ تعصب سے بلند ہو کر کریں تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ جو مقام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کا قرآن اور حدیث متعین کرتی ہے وہ ہی ان کا بہتر مقام اور منصب ہے اور اس کے علاوہ ان کو کوئی اور مقام دینا انکو اپنے اصل منصب سے کم تر کرنے کے مترادف ہوگا۔

میں آخر میں اپنے عیسائی بھائیوں سے جو اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے ہوں یہ گزارش کروں گا کہ وہ اس علمی اور تحقیقی کاوش کو ہر قسم کے تعصب سے بلند تر ہو کر مطالعہ کریں تو ان کو اسلام کے ابدی پیغام میں وہی جھلک نظر آئے گی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام میں ہے اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ تمام انبیاء علیہ السلام دینِ اسلام کے فروغ اور پرچار کیلئے دنیا میں مامور ہوئے تھے جسکی صورت کو بعد ازاں لوگوں نے تحریف اور تبدل کو روا رکھتے ہوئے مسخ کر لیا اور آج خدا کا پیغام اپنی اصلی صورت میں قرآنِ حکیم کی کتابی شکل میں موجود ہے۔ جس سے ہدایت اور روشنی کے چشمے تا قیامت پھوٹتے رہیں گے۔

احقر العباد

مسعود احمد شاہ

اسسٹنٹ کمشنر (جنرل)

فیصل آباد ڈویژن فیصل آباد

مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۸۴ء

هُوَالَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ
هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ
الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝
هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ
یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ
الْحَكِیْمُ ۝ (سورۃ الحشر آیت ۲۲ تا ۲۴)

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا وہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے سراسر سلامتی، امن دینے والا نگرانی کرنے والا، سب پر غالب اپنا حکم

بزور نافذ کرنے والا ، اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا ، پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں ، وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے ۔ اس کے لئے بہترین نام ہیں ۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے ۔"

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ (آیت الکرسی)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ، زندہ ہے سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند ، اسی کے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ۔ ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس (کسی کی) سفارش کرسکے بغیر اس کی اجازت کے ، وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو اس کے علم میں سے ، مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی (حکومت) آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے اور نہیں تھکاتی اسے زمین اور آسمانوں کی حفاظت اور وہی ہے سب سے بلند عظمت والا ۔"

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝
(سورت اخلاص)

ترجمہ:۔ "آپ کہہ دیجیے کہ اللہ (اپنے کمال ذات و صفات میں) اکیلا ہے۔ اللہ (ایسا) بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اس کے سب محتاج ہیں) اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔"

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝
(الروم: ۲۶)

ترجمہ:۔ "آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اسی کے مملوک ہیں سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔"

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ (السجدہ : ۵)

ترجمہ:۔ "آسمان سے زمین تک وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔"

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ (البروج ۱۶)

ترجمہ:۔ "جس چیز کا ارادہ کرے اسے کر گزرنے والا۔"

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ۝ (الانبیاء ۲۳)

ترجمہ:۔ "جو کچھ وہ کرے اس پر کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور سب جواب دہ ہیں۔"

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۔ (الرعد : ۴۱)

"اور اللہ فیصلہ کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلے پر نظرثانی کرنے والا نہیں ہے۔"

وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ ۔ (المومنون ۸۸)

"اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتا"

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ

مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

"کہو خدایا ملک کے مالک، تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ " (سورۃ الانعام آیت ۹۵ تا ۹۷)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو، وہ جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکال لاتا ہے۔ (جیسے نطفہ سے آدمی پیدا ہوتا ہے اور وہ بے جان (چیز) کو جاندار (چیز) سے نکالنے والا ہے (جیسے آدمی کے بدن سے نطفہ ظاہر ہوتا ہے) اللہ یہ ہے (جس کی ایسی قدرت ہے) سو تم کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔؟ وہ صبح کا نکالنے والا ہے اور اس نے

رات راحت کی چیز بنائی ہے اور سورج اور چاند (کی رفتار) کو حساب سے رکھا ہے
یہ ٹھیرائی ہوئی بات ہے، ایسی ذات کی' جو کہ قادر ہے، بڑے علم والا ہے۔
اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے (فائدہ کے) لئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ
تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں خشکی میں بھی، اور دریا میں بھی، راستہ معلوم
کر سکو، بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں
کے لئے جو خبر رکھتے ہیں۔"

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ
ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ
قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝
لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا
اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝
(سورت یٰسٓ آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰)

" اور (ایک نشانی) آفتاب (ہے کہ وہ) اپنے ٹھکانہ کی طرف چلتا رہتا ہے۔
یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس (خدا) کا جو زبردست علم والا ہے اور چاند کے لئے
منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی نہ آفتاب کی
مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اور دونوں
ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔"

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن
نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا
الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْآ اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (سورت انعام ۹۸ تا ۱۰۳)

ترجمہ:۔ اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم (سب) کو (اصل میں) ایک شخص سے پیدا کیا، پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی ہے بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ

بوجھ رکھتے ہیں، اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان (کی طرف) سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی نباتات کو نکالا، پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھے میں سے، خوشے ہیں، جو (مارے بوجھ کے) نیچے کو لٹکے جاتے ہیں۔ اور (اسی پانی سے ہم نے) انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار (کے درخت پیدا کیے) جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے (ذرا) ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور (پھر) اس کے پکنے کو دیکھو، ان میں (بھی) دلائل (توحید کے موجود) ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو ایمان (لانے کی فکر) رکھتے ہیں اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ اور ان لوگوں نے (مشرکین) اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلاسند تراش رکھی ہیں۔ وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اللہ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے۔؟ حالانکہ اس کی کوئی بیوی تو ہے نہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو تم لوگ اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہ بڑا ہی باریک بین، باخبر ہے۔"

باب ۲

حضرت مریم علیہا السلام
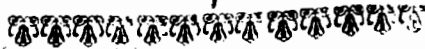
پیدائش و پرورش
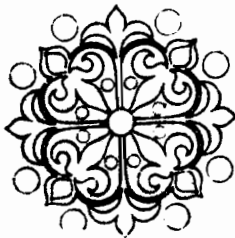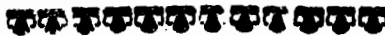
وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ
اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ
صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝

"اور دوسری مثال (اہلِ ایمان کے لیے) مریم دخترِ عمران کی ہے۔
جس نے اپنے گوہرِ عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے پھونک دی،
اس کے اندر اپنی روح اور مریم نے تصدیق کی اپنے رب کی
باتوں کی اور اس کی کتابوں کی اور وہ اللہ کے فرمانبرداروں
میں سے تھی۔"

(سورت التحریم آئیت نمبر ۱۲ پارہ نمبر ۲۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ
اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝
ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ
لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ
اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ
رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰىؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمَا وَضَعَتْؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ
سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا
مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

آلِ عمران پارہ نمبر ۳ آیات نمبر ۳۳ تا ۳۶)

بے شک اللہ نے چن لیا آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان والوں پر ۝ یہ ایک نسل ہے بعض ان میں سے بعض کی اولاد میں اور اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ۝ جب عرض کی عمران کی بیوی نے "اے میرے رب میں نذر مانتی ہوں تیرے لئے جو میرے شکم (پیٹ) میں ہے (سب کاموں سے) آزاد کر کے۔ سو قبول فرما لے (یہ نذرانہ)

مجھ سے بے شک تو ہی (دعائیں) سننے والا (نیتوں) کو جاننے والا ہے۔" پھر
جب اس نے جنا اسے تو (حیرت اور حسرت سے) بولی "اے میرے رب
میں نے جنم دیا ہے ایک لڑکی کو۔"
اور اللہ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا اور نہیں تھا۔ لڑکا (جس کا
وہ سوال کرتی تھی) مانند اس لڑکی کے اور (ماں نے کہا) "میں نے
نام رکھا ہے اس کا مریم۔ اور میں پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان
مردود کے شر سے ٥

تفسیر شروع ہوتی ہے۔

عمران بن ماتان جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل سے تھے یہاں پر
حضرت مریم کے والد کا نام ہے۔ ان کی بیوی کا نام حنہ تھا۔ جب اس نے حمل
کی گرانی محسوس کی تو اپنی عبدیت اور نیازمندی کا اظہار کرنے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں یہ
نذر مانی کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے اس سے اپنی خدمت یا گھر کا م کاج نہ لوں گی وہ
دنیا کے کاموں سے آزاد ہو کر تیرے گھر بیت المقدس کی چاکری اور جاروب کشی
رہے گا۔ اور خدمت میں لگا رہے گا تو میری اس نیازمندانہ نذر کو قبول فرما لے۔" مگر
جب لڑکی پیدا ہوئی تو ان کو بہت افسوس ہوا کیونکہ اس وقت لڑکیوں کو بیت المقدس
کی خدمت کی اجازت نہ تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بچی کی ولادت مقامِ افسوس نہیں
ہے جس لڑکے کی تم آرزو کیا کرتی تھیں وہ اس بچی کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے جو ہم نے
تم کو عطا کی ہے۔ اس ذات کی برکت سے رحمت اور ہدایت کی جو کرنیں پھوٹیں گی وہ
ایک عالم کو منور کر دینگی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حنہ کی نذر کو قبول کر لیا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ
لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ (آلِ عمران آیت نمبر ۴۴)

یہ واقعات غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ ہم وحی کرتے ہیں ان کی آپ کی طرف اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب پھینک رہے تھے وہ مجاور اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ) کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی اور نہ تھے آپ اُن کے پاس جبکہ وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ اپنی نذر کے مطابق حضرت مریمؑ کی والدہ حضرت حنہ نے آپ کو بیت المقدس کے خدمت گاروں کے حوالہ کر دیا۔ اُن میں سے ہر ایک یہ خواہش تھی کہ وہ حضرت مریم کی کفالت کرے اور پرورش کرے۔ اس پر جھگڑا اٹھ کھڑا ہو گیا۔ اب اُن لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ سب خدمت گار پانی میں اپنے اپنے قلم پھینک دیں جس کا قلم اُوپر تیر جائیگا وہی حضرت مریم کی پرورش کرے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حنہ کی نذر کو قبول فرما لیا (اور ان کی) تربیت وقت کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کر دی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا
بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا
زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ
وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ
هٰذَا ۚ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ
يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (آلِ عمران آیت نمبر ۳۷)

پھر قبول فرمایا اُسے اُس کے رب نے بڑی اچھی قبولیت کے ساتھ اور

پروان چڑھایا اسے اچھا پروان چڑھانا اور نگران بنا دیا اس کا زکریا کو۔ جب بھی جاتے مریم کے پاس ذکریا عبادت گاہ میں (تو) موجود پاتے اس کے پاس کھانے کی چیزیں (ایک بار) بولے "اے مریم کہاں سے آتا ہے تمہارے لئے یہ رزق" وہ بولیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب ٥

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ٥ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ٥

(سورت آل عمران آیت نمبر ۴۲-۴۳)

جب کہا فرشتوں نے اے مریمؑ بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے تمہیں اور خوب پاک کر دیا ہے اور تجھے سارے جہاں کی عورتوں سے زیادہ پسند کیا ہے ٥ پس تو بھی اپنے پروردگار کی خاص بندی بن جا اور پورے خلوص سے اپنے رب کو سجدہ اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ ٥

جیسا کہ ارشادِ خداوندی سے ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت مریمؑ کی والدہ نے آپ کو بیت المقدس کے خدمت گاروں کے حوالہ کیا تو انھوں نے پانی میں اپنے اپنے قلم ڈال کر یہ فیصلہ کیا کہ حضرت مریم کی پرورش کون کرے گا۔ ان خدمت گاروں میں حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول بھی شامل تھے۔ حضرت زکریا کا قلم پانی کے اوپر تیر گیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی پرورش اس وقت کے نبی کے سپرد کر دی۔ حضرت زکریا اللہ تعالیٰ کی اس عنایت پر بہت خوش تھے۔ وہ بے اولاد تھے اور رشتہ میں حضرت مریمؑ کے خالو لگتے تھے حضرت زکریا علیہ السلام نے آپ کے لئے بیت المقدس کے مشرقی جانب ایک حجرہ خاص

طور پر مخصوص کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی کی زیر سرپرستی آپ کی پرورش ہو رہی تھی جب آپ بڑی ہوئیں تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتیں۔ حضرت مریمؑ پیدائشی طور پر نفس کے اتباع۔ شیطان کے اغوا اور توجہ الی غیر اللہ سے آزاد تھیں وہ ہر وقت اطاعت الٰہی اور مشاہداتِ تجلیات میں سرگرم تھیں۔ جیسا کہ آیاتِ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ انکو غیب کی طرف سے جنت کا رزق اور پھل وغیرہ دیئے جاتے تھے اور فرشتے آکر اُن سے باتیں کرتے تھے۔ جب حضرت مریمؑ کو بیت المقدس کے اندر رہتے ہوئے عرصہ گزر گیا اور وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئیں تو اب وہ وقت آیا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی ماں بننے کے لیے منتخب فرما لیا۔

باب ۳

ولادت حضرت مسیح علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش

اور

آپکی حضرت عیسٰی علیہ السلام سے مماثلت

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۔ (سورت مریم ۱۶ تا ۲۲)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر شرقی جانب گوشہ نشین ہو گئی تھی۔ اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ کر بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے ان کے پاس اپنی روح (یعنی جبرائیل علیہ السلام اللہ کے فرشتے) کو بھیجا وہ ان کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہوا۔ مریم بولیں میں پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اگر تو پرہیزگار ہے۔ (حضرت جبرائیل نے کہا، میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تاکہ میں عطا کروں تجھے ایک پاکیزہ فرزند۔ حضرت مریم بولیں (حیرت سے) کہ میرے بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ مجھے آج تک کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدچلن ہوں۔ جبرائیل نے کہا تمہارا یہ درست ہے لیکن تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یوں بچہ دینا میرے لئے معمولی بات

ہے۔ (مقصد یہ ہے) کہ ہم اسے (بچہ کو) اپنی قدرت کی ایک نشانی لوگوں کے لئے بنائیں
اور سراپا رحمت بنائیں اور یہ ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہوچکا ہے۔ پس وہ حاملہ ہو
گئیں اس بچہ سے، اور پھر وہ چلی گئیں اسے لئے کسی اور جگہ ۰

إِذْ قَالَتِ الْمَلَٰٓئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ
بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝
وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ
الصَّٰلِحِينَ ۝ قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي
وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَٰلِكِ
اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا
يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝ (آل عمران ۴۵ تا ۴۷)

جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے تجھے ایک حکم کی اپنے
پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا معزز ہوگا دنیا اور آخرت میں اور اللہ کے
مقربین میں سے ہوگا۔ وہ گہوارہ میں ہونے کے زمانہ میں اور ادھیڑ عمر کے زمانہ میں
لوگوں سے بات چیت کرے گا اور نیک بندوں سے ہوگا ۰ مریم بولیں "اے میرے پروردگار
کیونکر ہوسکتا ہے میرے ہاں بچہ حالانکہ ہاتھ تک نہیں لگایا مجھے کسی انسان نے" فرمایا
بات ایسے ہی ہے جیسے تم کہتی ہو لیکن اللہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے جب فیصلہ
کرتا ہے وہ کسی کام کا تو بس اتنا ہی کہہ دیتا ہے "کہ ہو جا" (کن) تو وہ فوراً ہو جاتا
ہے اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا کتاب وحکمت۔ توراۃ اور انجیل اور بھیجے گا اُسے
رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف ۰ سورت آل عمران پارہ ۳

سورت آلِ عمران میں بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مریم کی والدہ نے اپنی نذر کے مطابق آپ کو بیت المقدس کے حوالہ کر دیا تھا۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام نے آپ کی کفالت اور حفاظت کا ذمہ لے لیا تھا۔ حضرت مریم جب بڑی ہوئیں تو وہاں ایک محراب میں معتکف ہو گئی تھیں۔ یہ جگہ بیت المقدس کے شرقی حصہ میں واقع تھی۔ انہوں نے اس محراب کے دروازے پر پردہ لٹکا رکھا تھا۔ اور اپنے آپ کو دیکھنے والوں کی نظروں سے چھپایا ہوا تھا۔ آپ ایک روز اسی گوشہ تنہائی میں مصروفِ عبادت تھیں کہ کیا دیکھا کہ ایک تندرست اور خوبرو نوجوان اِن کے بالکل قریب کھڑا ہے۔ وہ گھبرا گئیں اور اُس نوجوان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اور فرمایا کہ اگر تو اللہ کا نیک بندہ ہے۔ تو یہاں سے ہٹ جا۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تیرے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ تاکہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ جب آپ کو ایسے بچے کی بشارت دی گئی تو بہت حیران ہوئیں کیونکہ آپ کنواری تھیں۔ فرمایا کہ بچہ کس طرح ہوگا ویسے تو کائنات کی ہر چیز میں کلمہ کن کی جلوہ گری ہے لیکن اللہ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے دوسری اشیاء کو سبب اور مسبب کے رشتہ میں پُرو دیا ہے۔ لیکن یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا سبب (باپ) موجود نہیں اس لئے یہاں پردہ حجاب درمیان میں نہیں ہے۔ اور کلمہ کن کی جلوہ گری اور کرشمہ سازی بہت واضح اور نمایاں ہے اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (کَلِمَۃٌ مِّنْہُ) فرمایا اور انہیں اللہ کا کلمہ کہا جاتا ہے۔ اَسْم کا لغوی معنی ہے "وہ نشان اور علامت جو کسی چیز کو دوسروں سے ممتاز کرے" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ممتاز اور نمایاں کرنے کے لئے اِن کا لقب مسیح نام عیسیٰ اور اُنکی کنیت ماں کی طرف منسوب کی کیونکہ اُن کا باپ کوئی نہ تھا اس لئے ابنِ مریم فرمایا۔ تاکہ وہ اپنے تمام اوصاف اور خصوصی امتیازات کے ساتھ نمایاں اور ممتاز ہو جائیں حضرت ابنِ عباس نے فرمایا ہے کہ آپ کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ جس

بیمار پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے وہ بالکل صحت یاب ہو جاتا تھا۔

مسیح کے معنی مبارک بھی ہے۔

تیسرے مسیح کے لقب سے اس لئے پکارا کہ آپ نے کہیں مستقل رہائش اختیار نہیں فرمائی تھی۔ آپ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلہ میں آج یہاں اور کل وہاں سفر کرتے رہے۔

عیسیٰ کا لغوی معنی

عبرانی لفظ الیشوع کا معرب ہے اس کا معنی ہے۔ سید اور سردار، یہاں پر اس فرزند کا تعارف کسی غیر سے نہیں کرایا جا رہا تاکہ اس کی ولدیت کا ذکر کرکے اسے دوسروں سے متمائز کرنا مقصود ہو بلکہ اسکی ماں کو اس کا نام بتایا جا رہا ہے۔

ممکن تھا کہ حضرت مریمؑ کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوتا کہ اس طرح (بن باپ) جو بچہ پیدا ہوگا لوگ اس پر طرح طرح کے الزامات لگائیں گے اور کسے عزت کی نگاہ سے نہ دیکھیں گے۔ اس کے متعلق پہلے ہی آپ کو اطمینان دلا دیا کہ ایسا نہیں ہوگا بلکہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی وہ بڑا باعزت اور با مقام ہوگا۔ وہ گہوارے میں بھی جو گفتگو کرے گا وہ بے معنی نہیں ہوگی اس میں نبوت کا وقار اور سنجیدگی پائی جائیگی وہ اس معصومیت کے زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان کرے گا۔

جو لوگ فطرت کے عام اصولوں کو ناقابلِ تسخیر تسلیم کرتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ علت اور معلول اور سبب اور مسبّب کا تسلسل ناقابلِ شکست ہے اور اس میں کسی طرح کا ردوبدل ممکن نہیں ہے وہ ایسے واقعات کا سرے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ ان کے ابطلان کے لئے اس کے علاوہ کسی دوسری دلیل کی ضرورت محسوس ہی نہیں کرتے کہ یہ واقعہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔ اس لئے

یورپ کے کئی فلسفیوں نے حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کا صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ آپ حضرت مریمؑ اور یوسف نجار کے بیٹے ہیں۔ یوسف نجار حضرت مریم کے منگیتر تھے۔ جبکہ قرآن نے واضح الفاظ میں اس بات کی تردید کی ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریمؑ کے پاس انسانی صورت میں آئے اس کی حکمت واضح ہے کیونکہ حضرت مریمؑ حضرت جبرائیل کو ان کی ملکوتی شکل میں دیکھنے کی ہمت نہ رکھتی تھیں۔ اسی طرح جس طرح آپ تمام انبیاء کرام کی طرف وحی کے نزول کیوقت تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت جبرائیلؑ نے حضرت مریم کی گھبراہٹ یہ کہہ کر دور کر دی کہ میں انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہوں اور تیرے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ کہ تجھے ایک فرزند عطا کروں۔ حقیقت میں فرزند عطا کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن جبرائیلؑ اس عطا کا سبب اور ذریعہ ہے اس لیے بطور مجاز فرزند دینے کی نسبت اپنی طرف منسوب کردی۔ اس بچے کو بن باپ پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ علت اور سبب کے چکر میں پھنسے ہوئے لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے کا ایک ناقابل تردید ثبوت مہیا کیا جائے۔

اگر ہم اس کائنات کی تخلیق اور خود حضرت انسان کی اس وقت کی پیدائش پر غور کریں جبکہ یہ عالمِ فانی وجود میں نہیں آیا تھا تو یہ بات بالکل معمولی نظر آتی ہے۔ اور اللہ کی کبرائی اور خدائی بہت نمایاں نظر آتی ہے۔

حضرت انسان کی پیدائش اور اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح پیدا فرمایا؟ آئیے دیکھتے ہیں کہ ارشاد خداوندی اس سلسلہ میں کیا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا

تَتَذَكَّرُوْنَ ۞ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۞ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۞ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۞ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۞ (السجدہ ۴ تا ۹)

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور اس کے بعد عرش پر جلوہ افروز ہوا۔ اس کے سوا کوئی تمہارا نہ تو حامی اور مددگار ہے اور نہ کوئی اس کے سامنے تمہاری سفارش کرنے والا! پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے۔ وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس تدبیر کی روداد اوپر اس کے حضور جاتی ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار سال ہے۔ وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا زبردست اور رحیم ہے۔ جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی۔ پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح ہے۔ پھر اس کو نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔ تم کو کان دیئے آنکھیں دیں اور دل دیئے۔ تم لوگ بہت کم شکرگزار ہوتے ہو۔

اگر ہم تھوڑا سا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں ہر چیز اپنی جگہ بے حد اہم ہے اور ہر چیز کا اپنا ایک الگ جہان ہے۔ اس طرح بے شمار عالم اس دنیا میں اپنے اپنے

دائرے کے اندر رہ کر کام کر رہے ہیں۔ ایک معمولی چیونٹی سے لے کر ایک بڑے ہاتھی تک۔ ایک معمولی روڑے سے ایک پہاڑ تک۔ ہر ہر چیز اپنے پیدا کرنیوالے کی صفات کی منہ بولتی تصویر ہے اور خود حضرت انسان کی اپنی ہستی ایک جز کی ناسلب ہے یہ اور بات ہے کہ پیدا کرنیوالے نے اس مشت خاک کو اشرف المخلوقات بنا دیا۔ اور اسے تسخیر کائنات کی قوت عطا فرمائی اور علم اور حکمت کی دولت عطا کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں خالق کون و مکان کی یہی مرضی ہے کہ دنیا یہ بات اچھی طرح سمجھ جائے کہ جہان میں پہلی بار تخلیق کرنے والا اب بھی قادر مطلق ہے۔ اور اس جہان میں جہاں کہیں بھی اور جب بھی وہ چاہے اپنی مرضی اور منشا کے مطابق رد و بدل کر سکتا ہے۔

اب پھر ہم سورت مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سلسلہ میں رجوع کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے سورت مریم میں آیت نمبر ۲۲ پارہ نمبر ۱۶ کے تحت پڑھ چکے ہیں "پس وہ حاملہ ہو گئیں اس بچہ سے اور پھر وہ چلی گئیں اسے لئے کسی دور جگہ۔ حمل قرار پا گیا۔ اب حضرت مریم خود تو مطمئن ہو گئیں لیکن اپنے دامن عفت کو لوگوں کی نگاہ سے کیسے محفوظ رکھا جائے۔ ہر ایک سے راز الٰہی تو کہا نہیں جا سکتا تھا۔ اگر کہہ بھی دیا جائے تو مانے گا کون اس لئے آپ نے بہتر یہی سمجھا کہ لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہو جائیں۔ دور کے مقام سے مراد بیت لحم ہے۔ حضرت مریم کا اپنے اعتکاف سے نکل کر وہاں جانا فطری عمل تھا۔ اس شدید آزمائش میں مبتلا ہونے کے بعد خاموشی کے ساتھ اپنے اعتکاف کا حجرہ چھوڑ کر نکل کھڑی ہوئیں تاکہ جب تک اللہ کی مرضی پوری ہو قوم کی لعنت ملامت اور عام بدنامی سے تو بچی رہیں گی۔

فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا ۝

پھر اے آیا ان کو درد زہ ایک کھجور کے تنے کے پاس۔ (بعد حسرت) اور کہنے لگیں کاش میں مرگئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل فراموش کردی گئی ہوتی۔

(سورت مریم آیت نمبر ۲۳)

جب وقت پورا ہوگیا اور وضع کا درد شروع ہوگیا تو کھجور کے ایک تنے کی اوٹ میں آگئیں۔ وضع حمل کی تکلیف شروع ہے کوئی دایا پاس نہیں ہے اور سر چھپانے کے لیے کوئی جھونپڑا تک نہیں ہے اور پھر یہ احساس بھی شدت سے ہے جو الفاظ اوپر قرآن نے بیان کئے ہیں۔ اس سے اُن کی پریشانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جس میں اس وقت آپ مبتلا تھیں۔ مندرجہ بالا الفاظ آپ کی زبان میں سے درد کی تکلیف کی وجہ سے نہیں نکلے تھے بلکہ یہ فکر اُن کو کھائے جا رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو جس خطرناک آزمائش میں ڈال دیا ہے اس سے کس طرح عہدہ برآ ہونگی۔ حمل کو تو اب تک کسی نہ کسی طرح چھپا لیا تھا اب اس بچے کو کہاں لے کر جائیں گی۔ اگر یہ حمل شادی کا ہوتا تو اپنے گھر آرام سے پلنگ پر لیٹی ہوتیں زیادہ نہ سہی ایک آدھ دایا خبر گیری کے لئے پاس ہوتی۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ شادی شدہ بچہ جننے کے لئے تنہا وادیوں میں

گھوم رہی ہو۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا

يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ
مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ
بَغِيًّا ۝ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ
مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ۭ
اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا
اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ
مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ
جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ
وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۝ ذٰلِكَ
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝

(سورت مریم آیت نمبر ۲۴ تا ۳۴)

پس پکارا اسے ایک فرشتہ نے اس کے نیچے سے (اے مریم) غمزدہ نہ ہو جاری کردی ہے تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی، اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں، کھاؤ اور پیو اور (اپنے بیٹے کو دیکھ کر) اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ پھر اگر تم دیکھو کسی آدمی کو تو (اشارہ سے اسکو کہہ دو) کہ میں نے نذر مانی ہوئی ہے۔ رحمٰن کے لیئے (خاموشی سے) روزہ کی پس میں آج کسی انسان سے گفتگو نہیں کرونگی۔ اس کے بعد وہ لے آئیں بچہ کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اٹھائے ہوئے "انہوں نے کہا اے مریم تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے ۰ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی ۰ اس پر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگ کہنے لگے کہ ہم کیسے بات کریں اس سے جو گہوارہ میں کمسن بچہ ہے ۰ (اچانک) وہ بچہ

بول اُٹھا کہ" میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب انجیل عطا کی ہے اس نے مجھے نبی بنایا ہے ٥ اسی نے مجھے بابرکت کیا ہے۔ میں جہاں کہیں بھی ہوں اسی نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں ٥

اور مجھے خدمت گار بنایا ہے اپنی والدہ کا اور اس نے نہیں بنایا مجھے جابر اور بدبخت ٥ اور سلامتی ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن اٹھایا جائیگا مجھے زندہ کر کے ٥ یہ ہے عیسٰی بن مریم (اور یہ ہے وہ) سچی بات جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں ٥

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ

اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ٥

(سورت مریم آیت ۳۵)

یہ اللہ تعالیٰ کو زیبا نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ ان باتوں سے پاک ہے جب وہ فیصلہ فرما دیتا ہے کسی کام کا تو صرف اتنا حکم دیتا ہے اس کے لیے" کہ ہو جا" تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ ۔۔

آیئے اب ان آیات کی تفسیر دیکھتے ہیں۔

حضرت عیسٰی کی پیدائش کے بعد آپ کے کھانے پینے کا سامان کر دیا۔ جب مریمؑ اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو گئیں تو اُن کو اللہ کے حکم کے مطابق گود میں اُٹھا کر گھر لوٹیں جب آپ بچے کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس گئیں تو عورتیں اور مرد دوڑے ہوئے آئے لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ اور آپ پر بہتان طرازی کرنے لگتے۔ مگر حکمِ الٰہی کے مطابق آپ خاموش رہیں اور اشارہ سے کہا کہ یہ بچہ بولے گا میں نے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ اس پر وہ لوگ اور بھی حیران ہوئے اور کہا کہ مریم تو ہم سے مذاق کرتی ہے خود گم سم ہو کر بیٹھی ہے اور ہمیں اس شیر خوار بچے سے گفتگو کرنے کو کہتی ہے۔ بھلا آج تک کسی بچے نے پیدا ہوتے ہی بڑوں کی طرح کلام کیا ہے۔

حضرت مسیحؑ کی ولادت کا تاریخی دور

جس زمانہ میں حضرت مسیحؑ

کی پیدائش ہوئی اُس وقت شام اور فلسطین پر یونانیوں کا قبضہ تھا اور اُن کے سیاسی اقتدار کے ساتھ ساتھ یونانی فلسفہ کا طوطی بولتا تھا۔ تخلیق عالم کے متعلق یونانیوں کا فلسفہ یہ تھا کہ اس عالم کی تخلیق خالق کے کسی ارادہ اور اختیار کے بغیر وجود میں آئی ہے اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اُس زمانہ میں بغیر باپ کے پیدا کر کے یہ بتا دیا کہ وہ ذات پاک جو خالقِ کائنات ہے اس کا اپنا ارادہ ہے اسکی اپنی مرضی ہے۔ اسکی مشیت مادی اسباب کی پابند نہیں ہے اور نہ وہ ان کے سامنے مجبور ہے بلکہ وہ قادر اور توانا ہے۔ جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے وہ وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے۔

۲۔ وہ لوگ عالم ارواح کے قائل نہ تھے اور انسان کو جسم اور روح کا مجموعہ تسلیم نہ کرتے تھے بلکہ اُن کے نزدیک انسان محض ایک گوشت پوست کے ڈھانچے کا نام تھا۔ مگر یہاں پر انسانی نطفہ کے بغیر نفخ روح سے آپ کو پیدا کر کے منکرینِ عالمِ ارواح پر اس بات کو آشکارا کر دیا کہ روح بھی ایک حقیقت ہے اور انسان جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے۔ اسی حقیقت کی وجہ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کی پیدائش انسانی نطفہ کے بغیر نفخ روح سے ہوئی۔

تیسرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہے وہ نشانی جو عیسٰی السلام کی ذات میں بنو اسرائیل کے سامنے پیش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ان کی مسلسل بدکرداریوں پر عبرتناک سزا دینے کے لیے۔ پہلے اِن پر اپنی حجت تمام کرنی چاہتا تھا اس کے لیے اُس نے یہ تدبیر فرمائی کہ بنی ہارون کی ایک ایسی عابدہ اور زاہدہ لڑکی کو جو بیت المقدس میں معتکف اور جو حضرت زکریا اللہ کے نبی کے زیر تربیت رہی تھی دوشیز گی

کی حالت میں حاملہ کر دیا۔ تاکہ جب وہ بچے کو لئے ہوئے آئے تو ساری قوم میں ہیجان برپا ہو جائے پھر اس تدبیر کے نتیجہ میں جب ایک ہجوم حضرت مریم پر ٹوٹ پڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس نوزائیدہ بچے سے کلام کروایا۔ اس طرح آپ کی معجزانہ پیدائش اور پھر فوراً بعد لوگوں سے بات چیت میں اس قوم کی بہت بڑی آزمائش تھی۔

چر تھے۔ اس کلام کروانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک تو نوزائیدہ بچہ اپنی ماں کی عفت اور پاک دامنی کا اعلان کر رہا تھا۔ دوسرے اس نے خود اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ تیسرے جب یہ بچہ بڑا ہو کر نبوت کے منصب پر سرفراز ہو تو قوم میں ہزاروں آدمی اس بات کی شہادت دینے والے موجود رہیں کہ اس کی شخصیت میں وہ اللہ تعالیٰ کا ایک حیرت انگیز معجزہ دیکھ چکے ہیں۔

حضرت مریم اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا جو قصہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ اس کا مقصد ہمیں کوئی کہانی سنانا نہیں ہے بلکہ

اوّل۔ حضرت مریم کی عفت اور پاک دامنی کا اظہار۔ چونکہ بنی اسرائیل اس وقت سے جب سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک حضرت مریم پر بہتان تراشی کرتے آئے تھے۔ اُن کے بارے میں جو غلط غلط باتیں ان لوگوں نے منسوب کی تھیں اُن سب کی تردید کر دی۔ اس طرح اُن کی عظمت دوچند کر دی۔

دوئم۔ لوگوں نے جو غلط غلط نظریات حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش کے سلسلہ میں گھڑ لیئے تھے اُن سب کی نفی کر دی، اُن لوگوں کو یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہ آتی تھی کہ ایک بچہ بن باپ کے کس طرح جنم لے سکتا ہے۔ اس طرح خود حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ذات وجہ نزاع بن گئی تھی۔ اُن سب کی حیرانی ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نہایت آسان

اور حیرت انگیز انداز میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ بیان کر دیا اس کے علاوہ بھی اللہ تعالٰی نے آپ کی ذات کی حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لئے اس طرح ارشاد فرمایا:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝ (آل عمران ۵۹)

بے شک عیسٰی کی مثال اللہ تعالٰی کے نزدیک آدم کی مانند ہے۔ بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا، تو وہ ہو گیا۔

آیئے دیکھیں کہ حضرت آدم کی پیدائش کے سلسلہ میں قرآن کیا ارشاد فرماتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ (البقرۃ آیت نمبر ۳۰)

"اور یاد کرو جب فرمایا تمہارے رب نے فرشتوں سے میں مقرر کرنے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔ کہنے لگے کیا تو مقرر کرتا ہے۔ جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون ریزیاں کرے گا اس میں۔ حالانکہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ اور پاکی بیان کرتے ہیں تیرے لئے فرمایا (اللہ تعالٰی نے) بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝

(سورۃ الحجر آیت نمبر ۲۶)

"اور بلاشبہ ہم نے پیدا کیا انسان کو (آدم) کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے جو پہلے سیاہ اور بدبودار گارہ تھی"۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ

بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ

كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ

(الحجر آیت ۲۸ تا ۳۱)

اور آپ (محبوب) یاد کرو جب آپ کے رب نے کہا تھا کہ میں پیدا کرنیوالا ہوں بشر کو کھنکھناتی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار کیچڑ تھی۔ تو جب اس کو درست فرمادوں اور پھونک دوں اس میں اپنی روح تو گر جانا اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے۔ پس سربسجود ہو گئے فرشتے سارے کے سارے سوائے ابلیس کے

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا

اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ

اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ

مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ
بَدَلًا ○ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ
عَضُدًا ○ (سورت الکہف آیت ۵۰ تا ۵۱)

اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو۔ پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اور وہ قوم جن سے تھا۔ سو اس نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی۔ اے اولادِ آدم کیا تم بناتے ہو اسے اور اسکی ذریت کو اپنا دوست مجھے چھوڑ کر حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لئے بہت ہی برا بدلہ ہے۔ میں نے ان سے مدد نہیں لی تھی جب میں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور جب خود انہیں (بنی آدم) کو پیدا کیا۔ اور نہیں بنایا کرتا میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا دوست ۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ
نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۪ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا
الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ
لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ
الْخٰلِقِیْنَ ○ (سورت المومنون آیت نمبر ۱۲ تا ۱۴)

پھر ارشاد ہوتا ہے۔ بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے پھر ہم

نے رکھا اس کو بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں۔ پھر ہم نے بنا دیا نطفہ کو خون کا لوتھڑا۔ پھر ہم نے بنا دیا اس کو گوشت کی بوٹی۔ پھر ہم نے پیدا کر دیں اس گوشت سے ہڈیاں۔ پھر ہم نے پہنا دیا ان ہڈیوں کو گوشت پھر رُوح پھونک کر ہم نے اس کو دوسری مخلوق بنا دیا (یعنی انسان) پس بڑا بابرکت ہے۔ اللہ جو سب سے بہتر بنانیوالا ہے ۔

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝

(سورۃ الدھر آیت نمبر ۱ تا ۳)

"بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے جس میں وُہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔ (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا) ہم نے اُس کو مخلوط (نر و مادہ) نطفہ سے پیدا کیا" تاکہ ہم اس کو آزمائیں۔ پس (اِس غرض سے) ہم نے اس کو سننے والا اَور دیکھنے والا بنا دیا ہے۔ ہم نے اسے دکھایا ہے (اپنا) راستہ اب چاہے شکر گزار (مومن) بنے یا احسان فراموش (کافر) بن جائے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں بیان کا مطلب یہ ہے کہ (انسان) پیدائش سے پہلے کیا تھا اور کس حالت میں ہوتا ہے۔ ان آیات ربانی کی پوری تشریح کرنے کی وجہ یہی ہے کہ انسان خود کو پہچانتے وُہ اپنی

حقیقت سمجھے کہ وہ کیا چیز ہے۔ تاکہ وہ اپنی ذات پر غرور و تکبر سے باز آجائے۔ ان آیات کے بیان کرنے کا دوسرا بڑا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کو نہیں سمجھتے اور اُس ذاتِ عظیم کے بارے میں بڑے بُرے گمان رکھتے ہیں سب ختم ہو جائیں۔ رب العالمین کی ذات کو انسانی ذات و صفات میں دیکھنا اور وہ رشتے جو اللہ نے انسانوں کے درمیان بنائے ہیں میں باپنا اور پکارنا اُس ذاتِ عظیم کے ساتھ بے حد کفر ہے اور اس کی شان کو گھٹانے کے مترادف ہے۔ اسی لئے مندرجہ بالا آیات کو اس باب میں جگہ دی ہے تاکہ ہر پڑھنے والا یہ بخوبی سمجھ جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش خود ہمارے لئے تو بہت بڑی بات ہو سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے بہت معمولی بات ہے۔ پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۚ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۚ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ

(سورت النساء آیت نمبر ۱۷۱)

اے اہل کتاب (عیسائی) اپنے دین میں غلو (زیادتی) نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم اِس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک کلمہ (فرمان) تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے پس تم اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

آیئے اب ان آیاتِ قرآنی کی تفسیر دیکھتے ہیں۔

غلو کے معنی ہیں کہ کسی چیز کی تائید اور حمایت یا مخالفت میں حد سے بڑھ جانا یا حد سے گزر جانا۔ یہودیوں کا جرم یہ تھا کہ وہ حضرت مسیحؑ کی مخالفت اور انکار میں حد سے گزر گئے۔ اور عیسائیوں کا جرم یہ ہے کہ وہ مسیحؑ کی عقیدت اور محبت میں حد سے گزر گئے۔

1۔ کلمہ:۔ مریمؑ کی طرف کلمہ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے حضرت مریمؑ کے رحم پر یہ فرمان نازل کیا کہ کسی مرد کے نطفہ سے سیراب ہوئے بغیر حمل کا استقرار قبول کر لے عیسائیوں کو ابتداً مسیح علیہ السلام کی بے پدر پیدائش کا یہی راز بتایا گیا تھا۔ پھر اس سے پہلے نہایت واضح الفاظ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ (کن) کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئے۔ مگر انہوں نے یونانی فلسفہ سے گمراہ ہو کر پہلے لفظ کلمہ کو "کلام" یا نطق کا ہم معنی سمجھ لیا۔ پھر (کلام) اور (نطق) سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات مراد لے لی۔ پھر یہ قیاس قائم کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اس ذاتی صفت نے مریم کے جسم میں داخل ہو کر جسمانی صورت اختیار کر لی جو کہ مسیح کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اس طرح، عیسائیوں میں مسیحؑ کی الوہیت کا فاسد عقیدہ پیدا ہوا۔ اور اس غلط تصور نے جڑ پکڑ لی کہ خدا نے خود اپنے آپ کو مسیحؑ کی شکل میں ظاہر کیا۔

2۔ رُوحٌ مِّنْهُ (خدا کی طرف سے ایک روح) کہا گیا ہے۔ عیسائیوں نے انہیں دو الفاظ کلمہ اور روح سے یہی مطلب اخذ کیا ہوا ہے کہ آپ خود خدا تھے اور ان کے علمائے دین اور عام عیسائی بھی انہیں دو الفاظ کو دلیل بناتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ آپ کے قرآن نے بھی تو ان کو ان الفاظ میں پکارا۔ اس لئے ان دونوں الفاظ کے معنی اور مطالب کو سمجھنا بہت ضروری ہے سورت بقرہ میں اس مضمون کو یوں ادا کیا گیا۔ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ ہم نے پاک روح سے مسیحؑ کی مدد کی۔

روح: کے لفظی معنی ہیں جس کے ساتھ زندگی قائم ہو اور زندگی دو قسم کی ہوتی ہے حسی اور معنوی حسی زندگی وہ ہے۔ جس کے ذریعہ چلنا۔ پھرنا، بولنا، سننا اور سمجھنا اور یاد کرنا وغیرہ قسم کے کام لیے جاتے ہیں معنوی زندگی وہ ہے۔ جس سے انسان کی عادات اور اخلاق کا ظہور ہوتا ہے۔ مثلاً رحم، سخاوت اور محبت وغیرہ۔ اس لئے قرآن کو بھی کئی بار روح کہا گیا ہے کیونکہ وہ حیاتِ معنوی کا سبب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے (اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ پر روح (یعنی قرآن نازل فرمایا) چونکہ حضرت مسیح حیاتِ حسی اور معنوی دونوں کا مجموعہ تھے اس لئے بھی آپ کو اس لفظ سے پکارا۔

مِنْہُ، کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف جز کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ تشریف (ظاہر) کی ہے اور یہ اضافت قرآن اور کلام عرب میں عام ہے۔ حضرت آدم کے سلسلہ میں بھی یہی ارشاد ہوتا ہے۔

نفخت فیہ من روحی (کہ میں نے اپنی روح آدم میں پھونک دی) صرف آدم نہیں بلکہ تمام اولادِ آدم کے متعلق ارشاد ہے۔

ثم جعل نسلہ من ماء مھین ثم سواہ ونفخ فیہ من روحیہ ۔
اور اللہ تعالیٰ نے ہر بچہ کو مادہ منویہ سے پیدا کر کے اس کے اعضاء درست کر کے اس میں اپنی روح پھونکی۔ اگر من روحی من روحیہ اور منہ کے الفاظ سے کسی چیز کا اللہ تعالیٰ کا جز ہونا ثابت نہیں ہے تو پھر حضرت مسیح کے لیے کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔

آپ کو اس وجہ سے بھی روح اللہ کہا جاتا ہے کہ روح الامین (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کے پھونک مارنے سے آپ کی ولادت ہوئی۔ اور حضرت مریم کو حمل ٹھہرا آپ کی پیدائش کے سلسلہ میں اس مسئلہ پر بات ہو چکی ہے۔

آپ کی پیدائش کے سلسلہ میں انجیل متی کے بھی یہ الفاظ ہیں۔ جو قابلِ توجہ ہیں

اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ قرار پائی (انجیل متی ۱ : ۱۸)

قرآن نے حضرت مسیح کی ہستی کے متعلق جو صدیوں سے ایک معمہ بن کر رہ گئی تھی صاف الفاظ میں بتا دیا کہ وہ مریم کے بیٹے اور اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ اُن کی پیدائش کلمہ کن سے ہوئی اور وہ اللہ تعالیٰ کی مقرب روحوں میں سے ایک روح ہیں۔ اگر اب بھی اتنی وضاحت کے بعد کوئی ان الفاظ کو غلط معنی پہنائے تو یہ اسکی مرضی ہے اور اس کا معاملہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔

باب ۴
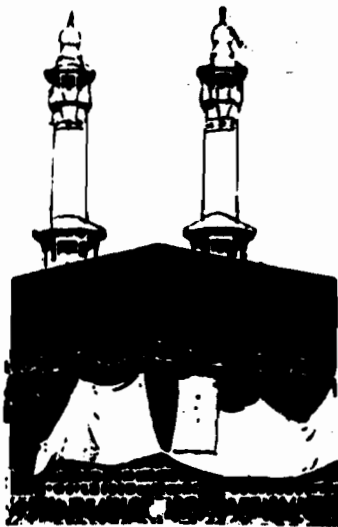
بعثت عیسیٰ علیہ السلام

ارشادات عیسوی

معجزات عیسوی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے
ساتھی کون تھے ؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ

(سورۃ المائدہ آیت نمبر)

پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا۔ تورات میں جو کچھ اس کے سامنے تھا وہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔ ہم نے اسکو انجیل عطا کی۔ جس میں رہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی تورات میں جو کچھ اس وقت موجود تھا اس کی تصدیق کرنے والی تھی اور خدا ترس لوگوں کے لئے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی۔

حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی جان کے خطرہ سے ملک شام سے لے کر چلی گئیں۔ وہ آپ کو مصر لے گئیں۔ آپ کا نام شریف رکھا گیا۔ وہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے۔ اِدھر فلسطین جو ملک شام کا حصّہ تھا وہاں حضرت زکریا علیہ السلام کو بنو اسرائیل نے شہید کر دیا تھا حضرت زکریاؑ کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام جنہوں نے آپ کے بعد نبوت کے فرائض ادا کئے۔ مگر بنو اسرائیل نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ حضرت یحییٰؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔ وہ لوگوں کو توحید کا درس دیا کرتے تھے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کی تائید کرتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۳۰ تیس

برس کی ہوئی تو ان پر وحی کا نزول ہوا۔ ان پر انجیل نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ملک شام جاکر بنواسرائیل کو راہِ راست دکھاؤ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنواسرائیل کی قوم میں آخری نبی تھے۔ آپ فلسطین میں پیدا ہوئے۔ جن میں اکثر انبیاء کرام پیدا ہوئے تھے آپ کی تشریف آوری کے وقت انبیا کی کتابیں اور فرمان کچھ موجود تھے بالکل مٹ نہ گئے تھے۔ ان کی تربیت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کی اور انکو تورات کا علم سکھایا اور انجیل کا علم سکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چار صفات بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ ان کا انبیائے بنی اسرائیل کے بعد آنا۔

۲۔ ابن مریم ہونا۔

۳۔ توریت کی تصدیق کرنا۔

۴۔ صاحبِ انجیل ہونا۔

اسی طرح انجیل کی صفات بھی بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ ہدایت ہونا۔

۲۔ نور ہونا

۳۔ توریت کی تصدیق کرنا۔

۴۔ پرہیزگار لوگوں کے لیے نصیحت اور ہدایت۔

۵۔ حضرت محمدؐ کی بشارت دینا۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

چونکہ نبیؐ کی عظمت کتاب کی عظمت سے پہلے ہے۔ نبی کی عظمت سے کتاب کی عظمت کا ظہور ہے اس لئے آیت مذکورہ میں پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صفات ہوئے اور پھر انجیل کی صفت بیان ہوئیں۔

ان آیات کریمہ سے یہ مطلب صاف طور پر واضح ہے کہ حضرت مسیحؑ کوئی نیا

مذہب لے کر نہیں آئے تھے بلکہ یہ وہی دین تھا جو پچھلے انبیاء علیہ السلام کا تھا۔ اسی کی طرف وہ دعوت دیتے تھے۔ تورات کی اصل تعلیمات سے جو کچھ اُن کے زمانہ میں محفوظ تھا اس کو مسیح خود بھی مانتے اور لوگوں کو بھی اس کی نصیحت کرتے تھے

(ملاحظہ ہو متی باب ۵ آیت نمبر ۱۷، ۱۸)

حضرت مریم کو آپ کی پیدائش کی بشارت دیتے وقت فرشتوں نے یہ بھی فرمایا تھا۔ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ

آیت نمبر ۴۸ - ۴۹ سورت آل عمران پارہ نمبر ۳

اللہ اُسے (عیسیٰ کو) کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا اور تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا اور بھیجے گا اُسے رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف

یعنی آپ بنی اسرائیل کی طرف نبیؑ بنا کر بھیجے گئے تھے آپ کی رسالت سارے عالم انسانیت کے لئے نہیں تھی۔ قرآن پاک کے اس فرمان کی تصدیق خود انجیل کی متعدد آیات سے ہوتی ہے۔

"ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے، گھرانہ کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔"

(انجیل متی باب نمبر ۱۰ آیت نمبر ۵ تا ۸)

اب آیئے قرآن پاک کیا ارشاد فرماتا ہے:۔

اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ

لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آیت نمبر ۴۹ آلِ عمران)

، وہ اُن کو آکر کہے گا) میں آگیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے (وہ معجزہ یہ ہے میں بنا دیتا ہوں تمہارے لیے کیچڑ سے پرندے کی صورت پھر پھونکتا ہوں اس بے جان صورت میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے زندہ پرندہ اللہ کے حکم سے ۔ اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور لا علاج کوڑھی کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے ، اور بتلاتا ہوں تم کو جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ جمع کر رکھتے ہو اپنے گھروں میں ، بے شک اِن باتوں میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان دار ہو ۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ (سورت آلِ عمران آیت نمبر ۵۰ پارہ نمبر ۳)

میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتاب تورات کی اور تاکہ میں حلال کر دوں تمہارے لیے بعض وہ چیزیں جو پہلے حرام کی گئی تھیں تم پر اور لایا ہوں تمہارے لیے ایک نشانی (انجیل) ، تمہارے رب کی طرف سے ۔ سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور اطاعت کرو میری ۝

إِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

(سورت آل عمران آیت نمبر ۵۱ پارہ نمبر ۳)

بے شک اللہ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے مجھے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تم کو، پس تم اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ ۝

اِن آیات ربانی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دعوت کے بنیادی نکات بھی وہی تھے جو ہر نبی اور رسول کے تھے۔

۱۔ اقتدارِ اعلیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت جس کے مقابلہ میں بندگی کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اور جس کی اطاعت پر اخلاق اور تمدن کا پورا نظام قائم ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص تسلیم کیا جائے۔

۲۔ اُس مقتدرِ اعلیٰ کے نمائندہ کی حیثیت سے نبی کے حکم کی اطاعت اور فرماں برداری کی جائے۔

۳۔ انسانی زندگی کو حلت، حرمت جواز اور عدم جواز کی پابندیوں میں جکڑنے والا صرف اللہ کا حکم ہو دوسرے قوانین منسوخ کر دیئے جائیں۔

کسی نبی کی آمد کا مقصد اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ رعایا کو نافرمانی اور خود مختاری سے روکے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے منع کرے اور اصل مالک کی خالص بندگی اور اطاعت پرستاری اور وفاداری کی طرف دعوت دے۔

اناجیل میں بھی مختلف اشارات کی شکل میں یہی بنیادی نکات ملتے ہیں خداوند (عیسٰی) تو اپنے خدا (اللہ تعالیٰ) کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر (متی باب ۴ : ۱۰ : ۱)

تیری بادشاہی آئے جیسے تیری مرضی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو (متی باب ۶ : ۱۰)

حضرت عیسٰی علیہ السلام اس درجہ پر فائز تھے کہ بچپن میں تو خدا نے ان سے کلام کروایا ہی تھا مگر جوانی میں بھی اور نبوت کے بعد بھی وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حیرت انگیز معجزات لائے تھے۔

معجزہ ۔ اس کو کہتے ہیں جو انسانی عقل وفہم سے بلند تر ہو اور اس کے لئے کسی مادی اسباب کی ضرورت محسوس نہ ہو مختلف انبیاء کرام کی طرف سے ایسے واقعات کے ظہور پذیر ہونے کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ ہر دور میں مختلف انبیاء نے لوگوں کو مختلف معجزات دکھائے۔ ان کا مقصد کوئی شعبدہ بازی نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور جلال کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اور اس سے نبی کی شان بڑھتی تھی۔

دیگر انبیاء کرام کی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی لوگوں کو بہت سے معجزات دکھائے جن میں :۔

۱. یہ تھا کہ وہ مٹی سے پرندے کی شکل کی ایک صورت بناتے تھے اور پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ فوراً زندہ ہو جاتا۔ چنانچہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے چمگادڑ کی شکل کے بہت سے پرندے بنائے پھونک مارنے سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو گئے۔

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے لیکن اس میں اتنا فرق تھا کہ جب تک وہ نظر کے سامنے رہتے تھے زندہ رہتے تھے نظر سے غائب ہونے کے بعد وہ گر کر مر جاتے تھے۔ اور ان کی زندگی پائیدار نہ ہوتی تھی۔

۲- وہ بہت سی لاعلاج بیماریوں کو صرف چھو کر یا دم کر کے اچھا کر دیتے تھے۔ مثلاً مادرزاد نابینا کی آنکھیں روشن ہو جاتی تھیں۔ پیدائشی برص والے کو تندرست کر دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ طب کا بہت زور تھا۔ جالینوس وغیرہ اطبا موجود تھے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اُن بیماریوں کا علاج کرنے کا دعویٰ کیا جو اطبا کے نزدیک لاعلاج تھیں۔

۳- وہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت اور حکم کے ساتھ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صاف طور پر کہا تھا کہ مجھ میں کوئی ذاتی طاقت نہیں اور نہ میں ذاتی طور پر ایسا کر سکتا ہوں۔

قرآن کریم میں اسی کی بابت فرمایا گیا ہے

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۔ المائدہ

اور جب تو بناتا تھا مٹی گارے (کیچڑ) سے پرندے کی صورت میرے حکم سے، پھر اس میں پھونک مارتا تھا اور وہ زندہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے، اور تو تندرست کر دیا کرتا تھا مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے، اور جب تو زندہ کر کے مردوں کو نکالا کرتا تھا میرے حکم سے،، (مائدہ)

قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت مسیحؑ کے ذاتی اختیارات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس حد تک اور جتنا حکم دیا انہوں نے اتنا ہی کیا

جلال الدین سیوطی اور محی السنتہ نے اپنی تفسیروں میں بروایت حضرت ابن عباس بیان کیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے چار شخصوں کو زندہ کیا۔

ایک تو حضرت عیسٰی کا دوست عازر نام تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس کی بہن نے حضرت عیسٰی کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کا دوست عازر مر رہا ہے ذرا تشریف لائیے۔ چونکہ حضرت عیسٰی اور عازر کی جائے رہائش میں تین روز کی مسافت تھی۔ اس لئے آپ جب وہاں پر پہنچے تو عازر کو مرے ہوئے تیسرا روز تھا۔ حضرت مسیح نے اس کی بہن سے کہا کہ میرے ساتھ قبر پر چلو وہ ساتھ ہولی اور جا کر آپ کو قبر دکھائی۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی عازر فوراً زندہ ہو کر قبر سے نکل آیا۔ وہ مدتوں زندہ رہا۔ یہاں تک کہ اسکی اولاد ہوئی۔

دوسرا۔ ایک بڑھیا کا اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ مر گیا لوگ اس کا جنازہ لئے جا رہے تھے بڑھیا پیچھے پیچھے روتی چلاتی جا رہی تھی کہ حضرت عیسٰی کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے بڑھیا پر ترس کھا کر دعا کی۔ مردہ زندہ ہو کر تابوت کے اوپر ہی اٹھ بیٹھا۔ اور بہت زمانہ تک زندہ رہا۔ سوم۔ سام بن نوح کو زندہ کیا۔

چہارم۔ ایک شخص عشر امد لیکس وصول کرتا تھا اسکی بیٹی مر گئی۔ حضرت نے اللہ کے حکم سے اس کو زندہ کر دیا۔ اور اسے بھی دفن کرنے کے بعد قبر سے نکالا گیا۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ

ؐ حوالہ

بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَهۡدِ وَكَهۡلًا ۚ وَاِذۡ عَلَّمۡتُكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَالتَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ ۚ وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّیۡنِ كَهَیۡـَٔةِ الطَّیۡرِ بِاِذۡنِیۡ فَتَنۡفُخُ فِیۡهَا فَتَكُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِیۡ وَتُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِیۡ ۚ وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِیۡ ۚ وَاِذۡ كَفَفۡتُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَنۡكَ اِذۡ جِئۡتَهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۝ (المائدہ ۱۰۹-۱۱۰)

جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو پھر پوچھے گا۔ ان سے کیا جواب ملا تمہیں وہ عرض کریں گے کوئی علم نہیں، ہمیں بے شک تو ہی خوب جاننے والا ہے سب غیبوں کا ہ جب فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ بن مریم یاد کرو میرا انعام اپنے اُوپر اور اپنی والدہ پر جب میں نے مدد فرمائی تھی تمہاری روح القدس سے باتیں کرتا تھا تو لوگوں سے جبکہ تو ابھی پنگھوڑے میں تھا اور جب پکی عمر کو پہنچا۔ اور جب سکھائی میں نے تم کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل اور جب تو بناتا تھا کیچڑ سے پرندے کی صورت میرے اذن سے پھر پھونک مارتا تھا اس میں تو وہ بن جاتا تھا زندہ پرندہ میرے اذن سے اور تو تندرست کر دیا کرتا تھا مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے اذن سے اور جب تو زندہ کر کے نکالا کرتا تھا مُردوں کو میرے اذن سے اور جب روک دیا تھا بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو آیا تھا ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر۔ تو جنہوں نے کفر کیا تھا انہوں نے کہا کہ یہ معجزات نہیں ہیں مگر کھلا ہوا جادو ہ اور جب میں نے حواریوں کے دل میں

ڈالا کہ ایمان لاؤ میرے ساتھ اور میرے رسول کے ساتھ۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اے مولا تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

حواریوں کے بارے میں سورت آلِ عمران کی آیات ۵۱ - ۵۲ میں بھی اشارہ ہوتا ہے

فَلَمَّا اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (سورت آلِ عمران پارہ نمبر ۳ آیت نمبر ۵۲-۵۳)

اور پھر جب محسوس کیا عیسٰی علیہ السلام نے اُن سے کفر اور انکار تو آپ نے کہا کون ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں۔ یہ سُن کر حواریوں نے کہا ہم مدد کرنے والے ہیں اللہ کے دین کی۔ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اے نبی گواہ ہو جائیو کہ ہم حکم الٰہی کے سامنے سر جھکائے ہوتے ہیں ۝ اے ہمارے رب تو لکھ لے ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ کہ ہم ایمان لائے اس پر جو تو نے نازل کیا (انجیل) اور ہم نے تابعداری کی رسول کی ۝

آیات نمبر ۱۰۸ سورت مائدہ کا ترجمہ پڑھتے وقت یہ خیال گزرتا ہے کہ انبیاءؑ نے جب دینِ حق کی دعوت دی تو بعض لوگوں نے اُسے قبول کیا اور بعض نے اُسے رد کر دیا اور اسکی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ ان تمام واقعات کا انبیاء نے اپنی آنکھوں سے خود مشاہدہ کیا تھا اور وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ پھر انہوں نے جواب میں یہ کیوں کہا اے اللہ ہمیں کوئی علم نہیں تو ہی بے شک خوب جاننے والا ہے"

امام المفسرین ابن جریر نے اس کو صحیح اور بہترین فرمایا ہے کہ انبیاء نے اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور کامل کے سامنے اپنے علم کو ہیچ سمجھتے ہوئے ازراہِ ادب

اور تعظیم اپنے علم کی سرے سے ہی نفی کردی۔

آیت نمبر ۱۰۹ دوسری آیت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا خاص طور پہ ذکر کرکے آپکی اُمت کو ڈرایا جا رہا ہے کہ اس دن کے طلوع ہونے سے پہلے اپنی اصلاح کر لو اور اس گستاخی سے معافی مانگ لو جو اللہ تعالیٰ کے لیے تم نے جورو اور بیٹیاں مان کر کی تھی۔ آیت نمبر ۱۱۰ میں اُن نعمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح پر کیں اور یہ بات ظاہر کرنی مقصود ہے کہ اگر عیسٰی خدا ہوتے تو پھر اُن کو ان نعمتوں کے لیے خدا کی کیا ضرورت تھی اور کیوں مجبور بندوں کی طرح روز قیامت کو اللہ تعالیٰ اُن سے باز پرس کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی السلام پر مندرجہ ذیل انعامات کیے۔

۱۔ روح القدس یعنی جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ آپ کی مدد کی روح القدس آپ کے ساتھ رہتا تھا اور علوم اور معارف کی آپ کو تعلیم دیتا تھا۔ اس کی امداد سے آپ کی بچپن اور جوانی کی دونوں حالتیں برابر ہوگئیں کیونکہ دونوں حالتوں میں آپ نے لوگوں سے کلام کیا۔

۲۔ کہ میں نے تجھ کو اسرار و رموز کتاب۔ حکمت الٰہیہ۔ تورات اور انجیل کے معلومات عطا کیے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کتاب سے مراد تحریر اور حکمت سے فہم روشن ہے۔

۳۔ مٹی کے بناتے ہوئے پرندہ کو اللہ کے حکم سے زندہ پرندہ بنا دینا۔

۴۔ مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اللہ کے حکم سے شفا بخش دینا۔

۵۔ مُردوں کو قبروں سے زندہ کرکے نکالنا۔

۶۔ بنی اسرائیل کے انکار پر جب تجھے انہوں نے ضرر پہنچانے کی کوشش کی۔ اللہ نے تیری حفاظت کی۔

۷۔ حواریوں کے دِل میں ایمان کی قوت پیدا کی اور اُن کو تیرا ساتھی بنا دیا۔ اب کچھ ذکر حواریوں کا ہو جائے۔

حواری کے معنی ساتھی کے ہیں۔

چند دھوبی یا شکاری جن کے عقیدے شستہ اور صاف تھے وہ بول اُٹھے کہ ہم دینِ حق کی پیروی کریں گے۔ شیخ دہلوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسٰی نے دھوبیوں سے فرمایا تھا کہ تم کپڑے دھویا کرتے ہو آؤ میں تمہیں دِلوں کو دھونا سکھا دوں۔ دھوبیوں میں دو آدمی ہدایت پا کر آپ کے ساتھ ہو گئے اور یہی اصلی حواری تھے۔ پھر باقی لوگوں میں سے جو بھی ایمان لا یا وہ سب بھی تبرکاً اسی نام سے مشرف ہوتے۔

یہ بارہ تھے۔ اِن میں نام

۱۔ شمعون عرف پطرس
۲۔ اندریاس
۳۔ یعقوب بن زبدی
۴۔ بلنغاس عرف تہدی
۵۔ شمعون کنعانی
۶۔ یعقوب
۷۔ یوحنا
۸۔ برتھولما
۹۔ فیلیوس
۱۰۔ تھومار
۱۱۔ متی
۱۲۔ یہودا

ابنِ عباس نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے حواریوں کو ساتھ لے کر اعلانیہ بنی اسرائیل کو وعظ کرنا شروع کر دیا۔ یہودیوں نے آپ کو ساحر اور زناکار کہنا شروع کر دیا۔ اور حضرت مریم کو بھی گالیاں دیں۔ اِس گروہ کے لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بَد دُعا کی تو ان کی شکل اللہ تعالیٰ نے سور کی طرح کر دی۔ یہ دیکھ باقی یہودیوں کے دِل میں خوف پیدا ہوا۔ انہوں نے ایک خفیہ آدمی کو مقرر کر دیا کہ ظاہر میں تو وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے مِل جائے اور پھر جب موقع

ملے تو اُن کو قتل کر دے۔ چونکہ ملک شام میں اس وقت یہودیوں کی سلطنت نہ تھی بلکہ رومیوں کی تھی۔ اس لئے یہودیوں کو کامیابی نہ ہوئی اور نہ ہی وہ آپ کو وعظ اور نصیحت سے روک سکتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توریت کی تصدیق کی اور شریعت موسوی میں حسب ضرورت و وقت اللہ کے حکم سے ترمیم کی اور بعض حرام چیزوں کو اُن کے لئے حلال کر دیا۔ روز شنبہ کے احکام میں بھی سہولت کر دی اور بھی بہت سی قیدیں اٹھا دیں اور اُن کو قائل کرنے کے لیے بہت سے معجزات دکھائے۔ مگر بنو اسرائیل کور باطن ہو چکے تھے اس لئے اُن کو حضرت عیسیٰ کی کوئی بات نہ بھاتی بلکہ وہ آپ کے جانی دشمن بن گئے۔ شام میں اس وقت ایک گورنر ہیروڈیس رہتا تھا آپ اپنے مددگاروں کو لے کر فلسطین سے وہاں چلے گئے اور اطراف ملک میں وعظ فرماتے رہے۔ ہر شہر سے سینکڑوں مرد اور عورتیں آپ کے وعظ سنتے اور ایمان لاتے۔ اُسی زمانے کے ایک واقعہ کا ذکر قرآن میں اس طرح ہے۔ اور اس وقت کا تذکرہ ہے جب حضرت عیسیٰ السلام اور آپ کے ساتھی دریائے طبراس کے پاس تھے اور کھانے کو کوئی چیز نہ تھی۔ تو بنی اسرائیل نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کریں کہ وہ آسمان سے ہمارے لئے کھانا اتارے۔

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ○ قَالَ عِيسَى ابْنُ

مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا

وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا

عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ

اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(سورت مائدہ آیت نمبر ۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵)

جب حواریوں نے کہا" اے عیسٰی بن مریم کیا تمہارا رب آسمان سے بھرا ہوا خوان ہم پر اتار سکتا ہے؟" تو عیسٰی نے کہا اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو ۝ وہ بولے کہ ہم اس سے کھانا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ تم نے ہم سے سچ کہا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں ۝ عرض کی عیسٰی بن مریم نے" اے اللہ ہم سب کو پالنے والے اتار ہم پر خوان آسمان سے، بن جائے ہم سب کے لیے خوشی کا دن یعنی اگلوں کے لئے بھی اور پچھلوں کے لئے بھی ہو جائے ایک نشانی تیری طرف سے اور رزق دے ہمیں تو، تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ ۝

فرمایا اللہ تعالٰی نے بلاشبہ میں اتارنے والا ہوں اسے تم پر۔ پھر جس نے کفر اختیار کیا اس کے بعد تو بے شک میں ایسا عذاب دوں گا اسے۔ ایسا عذاب کہ نہیں دوں گا کسی کو بھی اہل جہاں سے ۝

جب حواریوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کہا تھا کہ کیا تمہارا رب ہمارے حالات کو دیکھتے ہوئے اتنا کر سکتا ہے کہ آسمان سے ہم پر ایک خوان اتارے

تو حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ خدا سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ اس فقرہ کا مطلب چار طریقے پر بیان کیا گیا ہے۔

اوّل۔ سچائی کے لئے اتنی نشانیاں نہ مانگو کہ ایمان بالغیب نہ رہے اور مشاہدہ ہو جائے۔

دوسرا۔ سیوطی کے مطابق یہ ہے چونکہ بنو اسرائیل فقیر محتاج تھے انہوں نے اس لئے اس قسم کا سوال کیا تھا کہ بے محنت کھانا مل جائے اور وہ اطمینان سے عبادت کر سکیں۔

تیسرا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارا ایمان کامل ہے تو تقویٰ اور پرہیزگاری رکھو متقی کو غیب سے بن مانگے رزق ملتا ہے۔

چوتھا۔ مطلب یہ ہے جو حضرت ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ تیس روزے رکھو پھر جو مانگو گے وہ ملے گا۔

بنو اسرائیل نے جو جواب دیا۔

اوّل۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں ہم کو رزق حاصل ہو۔

دوم۔ یہ کہ ہمارے دلوں کو اطمینان نصیب ہو جائے اور ایمان اور یقین میں اضافہ ہو جائے۔

تیسرا۔ ہم کو آپ کی نبوت کا پورا پورا یقین ہو جائے۔

چوتھا۔ ہم کو قدرت الٰہی کا مشاہدہ ہو جائے اور جو لوگ اس وقت غیر حاضر ہیں۔ ہم اُن کے سامنے اس کی شہادت دے سکیں حواریوں کے متعلقہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ سے براہ راست جن شاگردوں نے تعلیم پائی تھی وہ مسیح کو ایک انسان اور محض ایک بندہ سمجھتے تھے اور ان کے وہم اور گمان میں بھی اپنے مرشد کے شریک خدا یا فرزند خدا ہونے کا تصور تک بھی نہ تھا۔ نیز یہ کہ حضرت عیسیٰؑ نے خود اپنے آپ کو ان کے سامنے بندہ بے اختیار کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔

آئیے اب یہ دیکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو کیا وعظ کیا اور

کس بات کی تلقین کی؟ قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَرَسُولًا اِلٰى بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ۵ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

(سورت آلِ عمران آیت نمبر ۴۹ - ۵۰)

اور بھیجے گا اسے رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف (اور وہ ان سے آکر کہے گا) اور میں تصدیق کرنے والا ہوں پہلے سے آئی ہوئی کتاب تورات کی تا کہ میں حلال کردوں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو حرام کی گئی تھیں تم پر اور لایا ہوں تمہارے پاس ایک نشانی تمہارے رب کی طرف سے (انجیل) سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو ۔ بے شک مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے اللہ مجھے اور تمہیں بھی اللہ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے۔ سو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

جو بات نہایت واضح اور روشن ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود کو کبھی بھی خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہا بلکہ خود کو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ہی مانا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ اور اس بات پر متی ۔ مرقس ، لوقا تینوں کی متفقہ روایت بھی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"نبی اپنے وطن میں مقبول نہیں ہوتا ۔"

اور جب یروشلم میں ان کے قتل کی سازشیں ہونے لگیں تو انہوں نے جواب دیا۔

"ممکن نہیں نبی یروشلم کے باہر ہلاک ہو"

باب نمبر ۵

بشارت

احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

بزبان حضرت عیسیٰ علیہ السلام

*

حضرت احمد رسول کا مصداق کون؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

يٰبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ

أَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُم بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ

"اور یاد کرو جب فرمایا عیسٰی بن مریم نے " اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی اور مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا جو میرے بعد تشریف لائے گا اس کا نام احمد ہوگا " پس جب وہ احمد آیا روشن نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے "

(سورۃ الصف پارہ ۲۸ آیت ۶)

ان آیات میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے تین اشارات بیان کئے ہیں۔

۱۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس کو قوم بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا انجیل متی میں بھی باب نمبر ۶ آیت ۵ سے اس ارشاد کی تصدیق ہوتی ہے۔

۲۔ دوسری بات جو آپ نے بتائی وہ یہ کہ میں موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے لئے نہیں بلکہ ان پر نازل کی ہوئی کتاب (تورات) کی تصدیق کیلئے بھیجا گیا ہوں۔

۳۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک بڑی روح پرور خوشی کی خبر تم کو سنانا

یعنی کہ میرے بعد ایک جلیل القدر اور عظیم مرتبہ رسول آئیگا۔ جس کا نام احمد ہوگا

یہاں چند سوالات جواب طلب ہیں۔

نمبر ۱: کیا حضور سرور عالم ؐ کا اسم گرامی احمد ہے؟

۲۔ کیا اس بشارت سے مراد حضور کی ذات اقدس ہے۔؟

۳۔ کیا موجودہ انجیل میں یہ بشارت موجود ہے۔؟

پہلے سوال کے بارے میں گزارش ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو اسمائے گرامی صحیح احادیث سے ثابت ہیں ان میں یہ اسم مبارک بھی ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضؓ سے مروی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ۔ (ملک، بخاری، مسلم وغیرہا)

یعنی "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کئی نام ہیں۔ میں محمدؐ ہوں میں احمدؐ ہوں الحاشر ہوں۔ لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا"

صحابہ کرام میں حضورؐ کا یہ نام مشہور تھا۔ حضرت حسانؓ یہی نام لے کر بارگاہ رسالت میں سلام عرض کرتے ہیں۔ ؎

صَلَّی الْاِلٰہُ وَمَنْ یَّحُفُّ بِعَرْشِہٖ
وَالطَّیِّبُوْنَ عَلَی الْمُبَارَکِ اَحْمَدَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ حاملین عرش اور تمام پاکیزہ لوگ اس مبارک ہستی پر درود وسلام بھیجیں جس کا نام احمدؐ ہے۔

"احمدؐ کا معنی ہے" اَحْمَدُ الْحَامِدِیْنَ لِرَبِّہٖ": تمام حمد کرنے والوں سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد کرنے والا۔ اپنے رب کی حمد کی کثرت کی برکت سے

ہی آپ محمد بھی بنے۔ فَالْمُحَمَّدُ هُوَ الَّذِیْ حُمِدَ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ۔
یعنی جس کی بار بار تعریف کی جا رہی ہو۔ وہ محمدؐ ہے۔
اپنے رب کی حمد و ثناء کرنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ کوئی فرشتہ کوئی رسول، کوئی نبی اپنے رب کی تعریف و ثناء میں اس مقام پر نہیں پہنچا ہے اور نہ کوئی پہنچ سکتا ہے جس مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ پیارا حبیب فائز ہے۔
اسی طرح مخلوق میں سے جتنی حمد اور جتنی ستائش اس اللہ کے بندے کی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی کسی اور کو نصیب نہیں ہے۔ جن و انس اس کے ثناخواں ہیں حور و ملک اس کی تعریف میں مصروف ہیں اور خود خدا بھی ان کی مداح ترا رہا ہے
اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا یہ انداز بھی بڑا نرالا ہے کہ حضورؐ سے پہلے کبھی کسی شخص نے اپنے فرزند کا نام احمد نہیں رکھا تاکہ اس بشارت کے بارے میں ذرا سا شبہ بھی پیدا نہ ہو۔ لیکن جب اس نام کو ذاتِ محمدؐ سے نسبت ہو گئی تو یہ نام اس قدر مقبول ہوا کہ اب نام کے لوگوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ سے پہلے چونکہ بعثتِ محمدی کا چرچہ تھا اور یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ ایک نبی آنے والا ہے جس کا نام محمدؐ ہو گا۔ چنانچہ بعض والدین نے اپنے بچوں کے نام محمد تجویز کیے کہ شاید یہ سعادت ان کے حصہ میں آئے۔ حضورؐ سے پہلے سات ایسے آدمی ملتے ہیں کہ جن کا نام محمد ہے لیکن ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت سے اپنے پیارے بندے کے ان دو ناموں کو ہر شک و شبہ سے بالا تر رکھا
سوال نمبر ۲ کے متعلق عرض ہے کہ بے شک اس بشارت کا مصداق صرف نبی کریمؐ کی ذاتِ اطہر ہے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِی

میرے بعد آئے گا اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد حضور علیہ السلام کے سوا کسی نے رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔

دوسری نشانی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتائی کہ ان کا نام "احمد" ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ حضور سے پہلے کسی نبی یا رسول کا احمد نام ہونا تو کجا کسی فرد بشر کا نام بھی احمد نہ تھا۔ اس لیے اس بارے میں ذرا شک نہ رہا کہ اس بشارت کا مصداق حضورؐ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

رہا تیرا سوال کہ آیا اناجیل میں یہ بشارت اسی طرح موجود ہے تو اس کے لئے ذرا تفصیل درکار ہے۔ اس وقت عیسائیوں کے پاس چار انجیلیں ہیں جن کو مستند قرار دیا گیا۔ انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا،

ان میں سے کوئی انجیل سترعیسوی سے پہلے مرتب نہیں ہوئی۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے یہ الفاظ غور طلب ہیں۔

ترجمہ "ان کی متعین تاریخ اور اس کے معرض وجود میں آنے کا صحیح مقام غیر یقینی ہے لیکن ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا تعلق پہلی صدی کے آخری سالوں سے ہے۔

(جلد سوم ص ۵۱۳)

پھر لکھتے ہیں ہمارے پاس کوئی یقینی علم نہیں ہے کہ یہ چار مستند انجیلیں کیسے اور کہاں سے معرض وجود میں آئیں۔ اناجیل کا جو سب سے قدیم یونانی ترجمہ ملتا ہے وہ چوتھی صدی کا ہے اس پر مزید ستم یہ ہے کہ عیسائی علماء اب بھی اناجیل میں تحریف کو ہرگز قبیح نہیں سمجھتے۔ اس لئے اگر ایسی انجیلوں میں یہ بشارت نہ ملے تو قرآن پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ملاحظہ ہو کہ تحریف و بگاڑ کے سیلاب کے باوجود جو صدیوں موجزن رہا اب بھی بڑی واضح اور صریح عبارتیں موجود ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے بارے میں پیش گوئیاں

کی گئیں ہیں۔

اسی طرح بشارت کا اظہار انجیل سے بھی ہوتا ہے۔

۱۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے تو میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا۔ جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔

(انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶+۱۷)

مددگار کے لفظ پر بائیبل کے حاشیہ پر وکیل یا شفیع بھی تحریر ہے اور یہ دونوں الفاظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتی نام ہیں۔

۲۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔

(یوحنا باب ۱۴ آیت نمبر ۳۰)

۳۔ لیکن وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے۔ تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ رہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔

(یوحنا باب ۱۵ آیت نمبر ۲۶+۲۷)

۴۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔

(یوحنا باب ۱۶ آیت ۸+۹)

۵۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں

کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھلائے گا اس لئے کہ وہ اپنے پاس سے نہ کہے گا بلکہ جو کچھ (وحی) سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

(یوحنا باب ۱۶ آیات ۱۳ تا ۱۵)

اس کے علاوہ جو سب سے پرانی انجیل برنا باس ہے۔ جس کا مفصل تذکرہ آپ انجیل کی تدوین کے سلسلہ میں پڑھیں گے۔ اس کے باب ۱۷ کا ایک حوالہ بھی دیا جاتا ہے۔

۶۔ لیکن میرے بعد وہ ہستی بھی تشریف لائے گی جو تمام نبیوں اور نفوس قدسیہ کے لئے آب و تاب ہے۔ اور پہلے انبیاءؑ نے جو باتیں کی ہیں ان پر روشنی ڈالے گی۔ کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

۷۔ پھر باب نمبر ۸۲ میں ارشاد ہوتا ہے۔

بے شک میں تو فقط اسرائیل کے گھرانہ کی نجات کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لیکن میرے بعد مسیحا تشریف لائے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کے لئے مبعوث فرمائے گا۔ اسی کے لئے اللہ نے ساری کائنات تخلیق کی ہے اور اسی کی کوششوں کے باعث ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائے گی اور اسکی رحمت نصیب ہوگی۔ اور پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو آپ کا نام (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم "قابلِ تعریف" ہے بتایا۔

۸۔ باب نمبر ۹۷ میں درج ہے کہ "اے خدا اپنے رسول (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف بھیج۔ یا رسول اللہ دنیا کی نجات کے لئے جلدی تشریف لے آئیے۔

۹۔ باب ۱۱۲ میں درج ہے۔ آپ نے فرمایا طویل عرصہ تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے لیکن جب (محمدؐ) تشریف لائیں گے جو خدا کے

مقدس رسول ہیں تب میری یہ بدنامی اختتام پذیر ہوگی اور اللہ تعالیٰ یہ اس لئے کرے گا۔ کیونکہ میں نے اس مسیحا کی صداقت کا اعتراف کیا ہے۔ وہ مجھے زندہ جاننے لگیں گے اور انہیں معلوم ہو جائیگا کہ اس رسوائی موت سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی بتایا کہ یہ ذی شان رسول حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوگا۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کوئی آنے والا ہے جس کی آمد کی خبر حضرت عیسٰی علیہ السلام بار بار اپنے پیرو کاروں کو دے رہے ہیں۔ ان کا اشارہ ذات پاک حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

انجیل میں حضورؐ کا اسمِ گرامی

لیکن اگر از راہِ تعصب کوئی شخص اس بات پر ضد کرے کہ مجھے انجیل میں حضورؐ کا اسمِ گرامی دکھائیے تو اس کے بارے میں گذارش ہے

کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سریانی تھی۔ انجیل اس زبان میں نازل ہوئی لیکن چار انجیلیں جو سنہ ۷۰ء اور اس کے بعد مرتب ہوئیں وہ یونانی زبان میں تھیں اور ایسے لوگوں نے جمع کیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے براہِ راست شاگرد نہ تھے۔ لازمی طور پر انہوں نے یہ اناجیل اُن عیسائیوں سے اِن کی اصلی زبان سریانی میں سُنی ہونگی اور سریانی سے اِن کو یونانی زبان کے قالب میں ڈھالا ہوگا۔ بدقسمتی سے جو یونانی تراجم پہلی صدی عیسوی کے آخر میں مرتب ہوئے اِن کے اصلی نسخے بھی نایاب ہیں اور جو یونانی تراجم دستیاب ہیں ان کا تعلق چوتھی صدی عیسوی سے ہے۔ یونانی زبان سے انجیل کے ترجمے لاطینی زبان میں

کئے گئے۔ اِن لاطینی ترجموں سے یورپ اور ایشیا کی دوسری زبانوں میں یہ کتب منتقل ہوئیں۔ ترجمہ در ترجمہ کے اِس عمل سے انجیل میں جو رد و بدل اور تحریف واقع ہوئی وہ محتاج بیان نہیں۔ اگر موجودہ اناجیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی نہ ملے تو قطعاً تعجب کی بات نہیں ہے۔

مگر اُس وقت کے مسلمان علماء نے اِس بات کی بھی پوری پوری تحقیق کی ہے۔ جب فلسطین وغیرہ ممالک مسلمانوں نے فتح کئے تو اس وقت وہاں کے لوگوں کی زبان سریانی ہی تھی اور اسلامی فتح کے تقریباً تین سو سال تک سریانی وہاں کی علاقائی زبان کی حیثیت سے باقی رہی۔ اتنے عرصہ کے بعد عربی نے جا کر اپنا سکہ جمایا۔ اور وہاں کے باشندوں کی مادری زبان بنی۔ فتح کے بعد مسلمان علما کی آمدورفت اِس علاقے میں شروع ہو گئی۔ عیسائی علماء سے اِن کے تعلقات قائم ہوئے اور وُہ اِن سے براہِ راست سریانی زبان میں فائدہ حاصل کرتے رہے۔ اس طرح اناجیل کے بارے میں علمائے اسلام کو جو معلومات عیسائی علماء سے حاصل ہوئیں۔ وُہ بعد میں آنے والی اصل اناجیل سے زیادہ قریب تھیں۔ ترجمہ در ترجمہ کے جو حالات عیسائیوں کو درپیش آئے مسلمان علما کو ان سے سابقہ نہیں پڑا۔ اس لئے جب ہم سیرت ابن ہشام کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو صورت حالات کا پتہ چلتا ہے۔ یاد رہے کہ علامہ ابن ہشام نے ۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ محمد بن اسحاق جن کی وفات ۱۵۱ھ میں ہوئی اپنے استاد ابو محمد البکائی العامری کے واسطے نقل کی ہے۔ بکائی کی وفات کا سال ۱۸۳ھ ہے اِس میں یوحنا کے باب ۱۵ کی آیت ۲۶ کا عربی متن یوں ہے۔

"فَلَوْ قَدْ جَاءَ الْمُنْحَمَنَّا هٰذَا الَّذِیْ یُرْسِلُهُ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ مِنْ عِنْدِ الرَّبِّ رُوْحُ الْقُدُسِ هٰذَا الَّذِیْ مِنْ عِنْدِ الرَّبِّ خَرَجَ فَهُوَ شَهِیْدٌ عَلَیَّ وَاَنْتُمْ

اَیُّھَا لِاَنَّکُمْ قَدِیْمًا کُنْتُمْ مَعِیَ فِی ھٰذَا۔ قُلْتُ لَکُمْ لِکَیْ مَا تَشُکُّوْا۔

(ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۲۵۱)

" پس اگر آ جائیں منحنا (محمد) یہ وہی ہیں جن کو اللہ تمہاری طرف رسول کر کے بھیجے گا۔ روح القدس (پاکیزہ روح) ہیں۔ رب کی طرف سے آئے ہیں۔ پس آپ مجھ پر اور تم پر گواہ ہیں اور تم تو پہلے سے میرے ساتھی ہو۔ یہ بات میں نے تم سے کہہ دی تاکہ تم شک میں نہ پڑو۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں " اَلْمُنْحَمَنَّا بالسریانیۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وھو بالرومیۃ البرقلیطس کیا گیا ہے۔

یعنی مُنْحَمَنَّا سریانی لفظ ہے اور اس کا معنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے رومی زبان میں اس کا ترجمہ برقلیطس کیا گیا ہے

برقلیطس کا رومی ہجہ اگر یہ ہو PERICLYTOS پھر تو معاملہ صاف ہے اس کا معنی ہے تعریف کیا گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو بہو بھی یہی معنی ہے۔ لیکن اگر اس کا ہجہ یوں ہو PARACLETUS تو اگرچہ دونوں لفظوں کے تلفظ میں تو بہت مشابہت ہے مگر اس کا معنی پہلے لفظ سے مختلف ہے۔ خود انجیل کے ترجمہ کرنے والوں کو اس کا ترجمہ کرنے میں بہت دقت پیش آئی۔ اردو کی بائیبل کے متن میں اس کا ترجمہ " مددگار " کیا گیا ہے۔ اور حاشیہ پر " وکیل یا شفیع " لکھا ہوا ہے کسی نے اس کا ترجمہ CONSOLATOR تسلی دینے والا۔ کسی نے " TEACHER " استاد اور آرگسٹائن نے ADVOCATE کیا ہے۔

پھر اس سے بھی قدیم ترین تاریخی شہادت حضرت عبداللہ ابن مسعود کی روایت ہے کہ مہاجرین حبشہ کو جب نجاشی نے اپنے دربار میں بلایا اور حضرت جعفر بن

ابی طالب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سنیں تو اُس نے کہا
مرحبا تم کو اور اِس ہستی کو جس کے ہاں سے تم آئے ہو میں گواہی دیتا
ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں اور وہی ہیں جن کی
بشارت عیسٰی بن مریم نے دی تھی۔"

یہی بات خود حضرت جعفر بن ابی طالب اور اُم سلمہ سے بھی منقول ہے۔ اس
سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انجیل
میں واضح اور صاف بشارت موجود تھی کہ جس کی وجہ سے نجاشی نے اُن کو فوراً نبی
تسلیم کر لیا۔ اس سلسلہ میں مولانا مودودی کی تفہیم القرآن جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۴۶۵ تا
۴۷۵ پر انجیل برنا باس سے بہت سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اقوال درج
ہیں پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ
وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ
إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَـٰعِيلَ وَإِسْحَـٰقَ وَيَعْقُوبَ
وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ
وَهَـٰرُونَ وَسُلَيْمَـٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ۝
وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَـٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَ
رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ
مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۝ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ○ لَٰكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ ۖ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ○

(سورت النساء آیات ۱۶۳ تا ۱۶۶)

"بے شک ہم نے وحی بھیجی آپ کی طرف جیسے وحی بھیجی تھی ہم نے نوحؑ کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوحؑ کے بعد آئے اور جیسے وحی بھیجی تھی ہم نے ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، اور ان کے بیٹوں عیسٰیؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف، اور ہم نے عطا فرمائی داؤدؑ کو زبور، جیسے وحی بھیجی دوسرے رسولوں پر جن کا حال بیان کر دیا ہے، ہم نے آپ سے، اس سے پہلے اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ سے نہیں کیا۔ اور کلام فرمایا اللہ تعالیٰ نے موسٰیؑ سے خاص کلام، ہم نے بھیجے یہ سارے رسول خوشخبری دینے کے لیے اور ڈرانے کے لئے، تاکہ نہ رہے لوگوں کے لیے کوئی عذر (بہانہ) رسولوں کے آنے کے بعد اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اس کتاب کے ذریعہ جو اس نے آپکی طرف اتاری کہ اللہ نے اسے اتارا ہے۔ اپنے علم سے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ تعالیٰ بطور گواہ۔

باب ۶

حضرتِ مسیح علیہ السلام

کا

واقعۂ صلیب

اور

اُس کی حقیقت

حضرت مسیح علیہ السلام کا واقعۂ صلیب

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ملک شام اور فلسطین میں اس وقت رومیوں کی حکومت تھی۔ اور قیصر کی طرف سے وہاں ایک گورنر ہیرڈیس رہتا تھا۔ آپ نے اپنی دعوت کا آغاز اپنے وطن ناصرہ سے کیا قران کے بھائی بند اور اہل شہر سب آپ کی مخالفت کے لئے کمربستہ ہو گئے اس لئے آپ وہاں سے شام چلے گئے۔ وہاں پند وعظ اور نصیحت فرماتے رہے ملک شام سے گھومتے گھومتے آپ پھر یروشلم کی طرف آ گئے۔ آپ کا طریقہ تھا کہ دن کے وقت شہر میں آ کر لوگوں کو وعظ کرتے اور شام کو زیتون کی پہاڑی پر کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ اس عرصہ میں عید کے موقعہ پر یہودیوں کے تمام سردار۔ کاہن اور علما جمع ہوتے اور مشورہ کرنے لگے کہ کس طرح آپ کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت عیسٰی کے حواریوں میں ایک نے جس کا نام "یہودا" تھا ان لوگوں سے کچھ روپیہ لے کر حضرت عیسٰی کے حالات کی خبر دے دی۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ[*] کے پاس اپنے بچاؤ کے لئے کوئی طاقت نہیں ہے۔ یہ سن کر یہودیوں کی ایک جماعت زیتون کی پہاڑی [illegible] پہنچی۔ جناب مسیح کو بھی یہ [illegible] معلوم ہو گیا کہ میرے ساتھیوں سے مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ یہودیوں کو دیکھ کر تمام حواری بھاگ گئے۔ اور وہ حضرت مسیح کو مذاق کرتے ہوئے شہر میں لائے۔ یہ سب لوگ آپ کو پلیٹس کے پاس لے گئے یہ یہودیوں کا حاکم تھا اور قیصر سے باغی تھا پلیٹس نے کہا کہ آپ

کا کیا قصور ہے۔ جو کچھ آپ بتا رہے ہیں وہ میں ماننے کو تیار نہیں ہوں اور نہ ہی آپ کو پھانسی دے سکتا ہوں اور آپ کو شام کے گورنر کے پاس بھیج دیا۔ ہیرودیس نے بھی آپ کو قتل کرنے سے انکار کر دیا۔ اور پھر واپس پلیس کے پاس بھیج دیا۔ اب مجبور ہو کر پلیس نے کہا کہ تمہارے کہنے پر میں اسکو پھانسی دیتا ہوں۔

اس وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام کی عجیب حالت تھی آپ پر ایک بے خودی کا عالم طاری تھا۔ اس حالت میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ کی مدد طلب کی۔

آیئے اب دیکھیں کہ قرآن نے ان واقعات کو کس طرح بیان کیا ہے۔

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

پھر بنی اسرائیل (مسیح کے خلاف) خفیہ تدبیریں کرنے لگے۔ جواب میں اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ سب سے بڑھ کر ہے۔ جب اس نے کہا:-

"اے عیسٰی اب میں تجھے واپس بلا لوں گا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور جنہوں نے تیرا انکار کر دیا ہے ان سے تجھ کو بچا لوں گا [illegible] تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں

پر بالادست رکھوں گا جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے۔ پھر تم سب
کو آخرکار میرے پاس آنا ہے۔ اس وقت میں اُن باتوں کا فیصلہ
کروں گا جن میں تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے۔" (آل عمران ۵۴-۵۵)

حضرت عیسیٰؑ کی عجیب حالت تھی۔ اِن یہودیوں نے آپ پر بے شمار ظلم کئے مارا پیٹا۔ مگر آپ گھبرائے نہیں اور اللہ تعالیٰ پر پورا پورا بھروسہ رکھا۔ آپ کو اللہ کے وعدہ پر پورا پورا اعتبار تھا۔ آپ پر بے خودی کا عالم طاری تھا اور زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا تھی۔ آخرکار پلیٹس نے آپ کو پھانسی دینے کا حکم دیا۔ جس مکان میں حضرت بند تھے اُس کے اندر ایک شخص شمعون اقراینی کو یا آپ کے اُس حواری کو جس کا نام یہودا تھا (جس نے آپ کی مخبری کی تھی) بھیجا گیا تاکہ اندر سے حضرت عیسیٰ کو لے آئے۔ اِدھر وہ اندر پہنچا اُدھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ عیسیٰ کو اٹھالو اور اندر جانے والے شخص کی شکل عیسیٰ کی طرح کردو۔

حکم الٰہی سے اُس کی شکل بدل کر حضرت عیسیٰؑ کی طرح ہوگئی اور آپ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ شمعون یا یہودا جو بھی آپ کو لینے اندر گیا جب اُس نے آپ کو غیب پایا تو واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تاکہ اُن کو بتائے کہ آپ کمرے میں موجود نہیں ہیں۔ مگر اُس کے ساتھیوں نے اُسے عیسیٰؑ سمجھ کر پکڑ لیا اور سولی دینے کے لئے لے کر چلے۔ وہ بہت چیخا۔ چلایا۔ واویلا کیا۔ لوگوں کو بتایا کہ وہ عیسیٰ نہیں ہے۔ لہٰذا پھانسی پر مت لٹکاؤ۔ مگر اُن لوگوں نے اُس کی ایک بات نہ مانی اور صلیب دے دی کہتے ہیں کہ پھانسی پانے کے بعد اُس شخص کی حالت پہلے جیسی ہوگئی۔ اور وہ لوگ اس سلسلہ میں شک وشبہ میں مبتلا ہوگئے۔ کہ آیا جس کو انہوں نے مصلوب کیا وہ عیسیٰ ہی تھے یا کوئی اور تھا۔

اس واقعہ کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۳۳ سال تھی۔ صرف تین سال

تین برس ہجرت کر ہو رہے تھے۔ صلیب کے واقعہ کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے :

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ (النساء ۱۵۷-۱۵۸)

اور ان کے اس قول سے "ہم نے قتل کر دیا ہے مسیح فرزند مریم کو جو اللہ کا رسول ہے"۔ حالانکہ نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھا سکے۔ بلکہ مشتبہ ہو گئی اُن کے لیے حقیقت، اور یقیناً جنہوں نے اختلاف کیا ان کے بارے میں وہ بھی شک و شبہ میں ہیں ان کے متعلق۔ نہ اِن کے پاس اِس بات کا (یعنی سولی دیے جانے کا) کوئی صحیح علم ہے سوائے اس کے کہ پیروی کرتے ہیں گمان کی اور انہوں نے یقیناً نہیں قتل کیا بلکہ اٹھا لیا ہے اللہ نے اسے اپنی طرف اور ہے اللہ غالب حکمت والا۔

عجیب بات ہے کہ حضرت مسیحؑ کے دشمن یہودی تو یہ دعویٰ کرتے ہی ہیں کہ ہم نے اِن کو سولی دے دیا مگر افسوس تو اِس بات کا ہے کہ آپ کے پیروکار بھی یہی یقین رکھتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے نہ صرف اس بات کا یقین کر لیا جس کا کوئی ثبوت یا دلیل نہ تھی انہوں نے صلیب کے نشان کو اپنے لئے مذہبی نشان قرار دے لیا۔ اور یہ دلیل نکال لی کہ آپ نے مصلوب ہو کر تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔

[illegible]

اگر جو بات مسیح کی وہ تبادی اس طرح اس پاک اور معصوم ہستی کی عظمت اور شان کو چار چاند لگا دیئے۔ جس اللہ کے رسول کو اپنے اللہ کا پیغام سنانے کے باعث انہوں نے قتل کرنے کی سر توڑ کوشش کی ان کی اس ناپاک سازش کو ناکام بنا دیا اور اپنے نبی کی اس شان سے مدد کی کہ ان کا بال بھی بیکانہ ہونے دیا اور ان کو سولی چڑھانے کی ذلت سے بچا لیا۔ جہاں تک عیسائیوں کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے وہ بھی واضح ہے اور قرآن نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ مسیحؑ کے مصلوب ہونے پر تمام عیسائی فرقے متفق نہیں ہیں بلکہ ان کے اس سلسلہ میں بیسیوں اقوال ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ صلیب پر جو شخص چڑھایا گیا وہ مسیحؑ نہ تھا بلکہ ان کی شکل میں کوئی اور تھا جسے یہودی اور رومی سپاہی ذلت کے ساتھ صلیب دے رہے تھے۔ اور مسیحؑ وہیں کسی جگہ پر کھڑا ان کی حماقت پر ہنس رہا تھا۔

۲۔ کوئی فرقہ کہتا ہے کہ مسیحؑ کو صلیب پر چڑھایا گیا مگر ان کی وفات صلیب پر نہیں ہوئی۔

۳۔ کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر وفات پائی اور پھر جی اٹھے اور کم و بیش دس مرتبہ اپنے حواریوں سے ملے اور باتیں کیں۔

۴۔ کوئی کہتا ہے کہ صلیب کی موت جسم انسانی پر واقع ہوئی اور وہ دفن ہوا مگر الوہیت کی روح جو اس میں تھی اٹھائی گئی۔

۵۔ اور کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد جسم سمیت زندہ ہوئے اور جسم سمیت اٹھائے گئے۔

ظاہر ہے کہ اگر ان لوگوں کو حقیقت کا علم ہوتا تو کسی ایک بات پر اتفاق کرتے۔ مگر مدبر کریم تعالیٰ اللہ تعالیٰ۔ جو سب کچھ جانتا تھا اس نے ان تمام باتوں کی اپنی کتاب قرآن پاک میں بڑے صاف اور واضح الفاظ میں تردید کر دی۔

اس معاملہ کی اصل حقیقت جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے وہ صرف یہ ہے۔ کہ،
حضرت مسیحؑ کو قتل کرنے میں یہودی کامیاب نہیں ہوئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے
اُن کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اٹھا لینے کی کیفیت کیا تھی تو اس کے متعلق
کوئی تفصیل قرآن نے نہیں بتائی۔ قرآن کے مطابق اللہ اُن کو جسم اور روح کے
ساتھ زمین سے اٹھا کر آسمان پر لے گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہر چیز پر تصرف
رکھتی ہے۔

قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حقائق اور واقعات
تھے بے صاف اور نہایت عمدہ طریقہ پر بتا دیئے۔ چونکہ آپ کی ذات خداوندکریم
کی طرف سے مکمل معجزہ تھی اس لیے متنازعہ رہی اور اب تک ہے۔

۱۔ اُن کی بن باپ پیدائش ایک بہت بڑا معجزہ۔

۲۔ اُن کا بچپن میں کلام کرنا بہت بڑا معجزہ۔

۳۔ انہوں نے اپنی نبوت کے زمانہ میں بڑے حیرت انگیز معجزات دکھائے۔

۴۔ اُن کا دنیا سے اٹھایا جانا بھی ایک بہت بڑا معجزہ تھا۔

اسی لئے قرآن پاک میں آپ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں ان تمام واقعات
اور حالات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

باب نمبر ۲

مذہب عیسائیت

✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱✱

عیسائی کب اور کیوں کہلائے؟

عیسائیوں کی اپنی تاریخ کی روشنی میں،

مذہب عیسائیت

عیسائیوں کی اپنی تاریخ کی روشنی میں

آیئے اب ہم عیسائیوں کی اپنی تاریخ کی روشنی میں یہ دیکھیں کہ اس مذہب (عیسائیت) کی ابتدار، دوسرے غلط عقائد کی ابتدار اور کتاب اللہ انجیل میں تحریف کیوں کر اور کس طرح ہوئی۔ مَیں ان تمام باتوں کو الگ الگ اور نہایت تفصیل کے ساتھ زیر بحث لاؤں گی اور ساتھ ساتھ قرآنی آیات کے اعلان کی وضاحت بھی کرتی جاؤں گی۔

مولانا مودودی اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پیروکاروں کے خود کو عیسائی کہلانے کے بارے میں درزح کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے پیروؤں کا نام کبھی بھی عیسائی یا مسیحی نہیں رکھا تھا۔ کیوں کہ وہ اپنے نام سے کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے نہیں آئے تھے۔ اُن کی دعوت اُسی دین کو تازہ کرنے کی تھی جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے جدِامجد حضرت یعقوب علیہ السلام لیکر آئے تھے اور خود بھی اس مذہب پر عمل پیرا تھے۔ اِس لیے انہوں نے عامہ بنی اسرائیل اور پیروانِ شریعت موسوی سے کوئی الگ جماعت نہ بنائی اور نہ اس کا کوئی نام رکھا۔ اگر ایسا ہوتا

تو قرآن اس بات کا ضرور ذکر کرتا۔ آپ کے ابتدائی پیروکار اپنے آپ کو ملتِ اسرائیل سے الگ نہ سمجھتے تھے وہ عام یہودیوں کے ساتھ بیت المقدس ہی کے ہیکل میں عبادت کرنے جاتے تھے اور اپنے آپ کو موسوی شریعت پر عمل کرنے کا پابند سمجھتے تھے۔

ملاحظہ ہو کتاب اعمال ۲: ۱ ، ۱۰ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۱ ، ۵ ، ۲۱ ، ۲۱

مگر یہودی ان لوگوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور نفرت کرتے تھے آگے چل کر جدائی کا عمل دونوں جانب سے شروع ہوا۔ ایک طرف حضرت عیسیٰؑ کے پیروؤں میں سے پولس (سینٹ پال) نے شریعت کی پابندی ختم کر کے یہ اعلان کر دیا کہ بس مسیحؑ پر ایمان لے آنا کافی ہے اور دوسری طرف یہودی علماء نے پیروانِ مسیحؑ کو گمراہ فرقہ قرار دیکر عامۂ بنی اسرائیل سے کاٹ دیا۔ مگر اس وقت اس جدائی کے باوجود اس نئے فرقے کا کوئی نام نہ تھا۔ خود پیروانِ مسیحؑ اپنے لئے کبھی شاگرد کا لفظ استعمال کرتے تھے اور کبھی رفقاء کا ذکر "بھائیوں" (اخوان) "ایمان داروں" (مومنین) "جو ایمان لاتے"۔ (الذین آمنو) اور "مقدسوں" کے الفاظ سے کرتے تھے۔ انہیں "کلیسیوں" بھی کہا جاتا تھا۔

کتاب اعمال (۲- ۴۴- ۴- ۳۲- ۹- ۲۶- ۱۱- ۲۹- ۱۳+ ۵۲- ۱۵- ۲۵- ۱ : ۲)

بخلاف اس کے یہودی ان کو کبھی "گلیلی" کہتے تھے اور کبھی ناصریوں کا بدعتی فرقہ کہہ کر پکارتے تھے۔

13833

کتاب اعمال باب نمبر (۲۴- ۵-) لوقا باب نمبر (۱۳ : ۲) یہ نام دھرنے کی کوشش انہوں نے ازراہِ طنز کی تھی۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کا وطن ناصرہ تھا۔ اور وہ فلسطین کے ضلع گلیل میں پیدا ہوئے تھے یں واقع تھا۔ لیکن یہ طنزیہ الفاظ رائج نہ ہو سکے۔

اس گروہ کا موجودہ نام مسیحی "CHRISTIAN" پہلی مرتبہ ۴۳ یا ۴۴ء میں انطاکیہ کے مشرک لوگوں نے رکھا جب کہ سینٹ پال اور برناباس نے وہاں پہنچ کر اپنے مذہب کی تبلیغ عام شروع کی۔

کتاب اعمال (۱۱ - ۲۶)

یہ نام بھی طنز اور تمسخر کے طور پر رکھا گیا تھا اور خود پیروان مسیحؑ اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ مگر جب ان کے دشمنوں نے ان کو اسی نام سے پکارنا شروع کر دیا تو اُن کے لیڈروں نے کہا کہ اگر تمہیں مسیحؑ کی طرف نسبت دے "مسیحی" کہا جاتا ہے تو تمہیں اس میں شرمانے کی کیا ضرورت ہے۔

(۱ پطرس ۴ : ۱۶)

اسی طرح رفتہ رفتہ یہ لوگ بھی اپنے آپ کو اسی نام سے موسوم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آخر کار ان کے اندر سے یہ احساس ہی ختم ہو گیا کہ یہ دراصل ایک بُرا لقب تھا جو ان کو دیا گیا تھا۔

قرآن نے اسی لیے مسیحؑ کے ماننے والوں کو مسیحی یا عیسائی کے نام سے نہیں پکارا بلکہ ان کو یاد دلایا ہے کہ جب عیسیٰ نے پکارا :

كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ (الصف ۱۴)

"جیسا کہ عیسٰی بن مریمؑ نے حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے۔ وہ حواری بولے۔ ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں سو (اس کوشش کے بعد) بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ منکر رہے۔"

اس لیے تم اپنی ابتدائی حقیقت کے اعتبار سے نصاریٰ یا انصار ہو لیکن عیسائی مشنری اس پلو دلانی پر قرآن کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اُلٹی شکائت کر رہے ہیں کہ قرآن نے ان کو مسیحی کہنے کی بجائے نصاریٰ کے نام سے کیوں یاد کیا ہے۔؟

اُس زمانے میں سلطنت یہودا کا فرماں روا "HEROD ANTIPAS" تھا۔ اس کا عہد حکومت ۴ ق م قبل مسیح تا ۳۹ء رہا ہے۔ اسی کے زمانہ میں حضرت مسیح مبعوث ہوئے اور آپ نے اپنے واعظ کا آغاز فرمایا۔ کتاب متی باب ۲۳ میں آپ کے خطبوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل ایک بار پھر اخلاقی طور پر بالکل ختم ہو چکے تھے۔ آپ نے اُن کو بہت نصیحت کی۔ ڈرایا دھمکایا اور اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا، آپ نے بار بار ان تحقیر آمیز الفاظ سے ان کو نصیحت فرمائی۔

" اے ریاکار فقیہو اور فریسیو۔ تم پر افسوس ! اے اندھے راہ بتانے والو، اے احمقو اور اندھو، اے سانپو، اے افعی کے بچو،

مگر وہ ایسا ماحول اور بگڑا ہوا معاشرہ تھا کہ آپ کی وحدتِ حق کو انہوں نے نہ صرف ٹھکرا دیا بلکہ انہوں نے حضرت مسیحؑ پر کفر اور الحاد کا الزام لگا کر یہودیوں کے حاکم پلیٹس کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا اور اس کو مجبور کر دیا کہ وہ انہیں سولی چڑھائے ورنہ وہ عَلمِ بغاوت بلند کر دیں گے۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت عیسٰیؑ سے بذاتِ خود فیض حاصل کیا جن کی تعداد بہت کم تھی ان میں سے اکثر ڈر کر بھاگ گئے اور جو باقی تھے انہوں نے دوبارہ اپنا آبائی مذہب اختیار کر لیا۔

باب نمبر ۵

رہبانیت

قرآن کریم کی روشنی میں

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا

بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ

وَجَعَلْنَا فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ

رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا

مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ

اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (سورۃ الحدید آیت نمبر ۲۷ پارہ نمبر ۲۷)

پھر ہم نے ان کے پیچھے انہیں کی راہ پر اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو۔ اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور ہم نے رکھ دی۔ ان لوگوں کے دلوں میں شفقت اور رحمت، جو حضرت عیسیٰ کے تابعدار تھے اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کر لیا تھا ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا، البتہ

انہوں نے رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اسے اختیار کیا پھر وہ اسے نباہ نہ سکے جیسے اسے نباہ لینے کا حق تھا۔ پس ہم نے عطا فرمایا جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے۔ (ان کے حسنِ عمل اور حسنِ نیت) کا اجر اور ان میں سے اکثر فاسق اور فاجر تھے۔ الحدید آیت نمبر ۲۶ پارہ نمبر ۲۷)

یہاں ایک نہایت اہم مضمون شروع ہوتا ہے جس میں کلیسا کی ساری تاریخ سمو دی گئی ہے۔ اس لیے اس کو سمجھنے کے لیے خصوصی توجہ اور محنت کی ضرورت ہے۔

رہبانیت اس کے دو معنی ہیں۔ پہلی صورت میں یہ راہب سے ماخوذ ہوگا جس کا معنی خوف اور ڈر ہے اور دوسری صورت میں یہ رہبان (جو راہب کی جمع ہے) کی طرف منسوب ہوگا۔ پہلی صورت میں اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ طرزِ حیات جس کی بنیاد خوف اور ڈر پر ہے۔ دوسری صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا۔ ان لوگوں کا طرزِ زندگی جو ہر وقت ڈرنے والے اور خوف زدہ رہنے والے ہیں۔

علامہ راغب نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ فرطِ خوف سے عبادت اور ریاضت میں غلو کرنا۔ علامہ پانی پتی اس کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ عبادت اور ریاضت میں مبالغہ، لوگوں سے قطع تعلق اور جائز اور مباح خواہشات کو بھی ترک کردینا اپنے آپ کو طرح طرح کی مشقتوں میں مبتلا کر دینا۔

ان میں بعض لوگ اپنے آپ کو خصی کر دیا کرتے تھے۔

اب یہ عرض کرنا ہے کہ رہبانیت کی ابتداء کن حالات میں ہوئی اور کن لوگوں نے کی۔ ہمارے پاس صحیح حدیث موجود ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں گدھے پر حضرت نبی کریمؐ

کے پیچھے سوار تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اے اُمِّ عبد کے فرزند کیا تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل نے رہبانیت کو کہاں سے اختیار کیا۔ مَیں نے عرض کیا اللہ اَور اُس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل پر حضرت عیسٰی کے بعد ظالم لوگ غالب آ گئے اَور انہوں نے فسق اَور فجور کا بازار گرم کر دیا۔ اہلِ ایمان نے غیرتِ ایمانی سے ان کا مقابلہ کیا اَور ان کے ساتھ جنگ کی۔ مگر ان کو تین مرتبہ شکست ہوئی اَور صرف چند لوگ زندہ بچے۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ اگر ہم نے پھر ان کے ساتھ لڑائی کی تو وُہ ہم سب کو فنا کر دیں گے اَور ایک شخص بھی ایسا نہ بچے گا جو لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلائے۔ اُنہوں نے مشورہ کیا کہ ہم زمین میں منتشر ہو جائیں اور انہوں نے رہبانیت کا آغاز کیا۔ ان میں سے کچھ تو اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہے اَور اکثر نے کفر اختیار کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے سورت الحدید کی آیت نمبر ۲۶ تلاوت فرمائی۔

پہلے پہل عیسائیوں میں دنیا اَور اہلِ دنیا سے کنارہ کشی کا کوئی خیال نہ تھا۔ اُن لوگوں نے ظالم اَور جابر بادشاہوں کے ظلم سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے یہ قدم اٹھایا تھا مگر بعد کے آنے والوں نے اسی کو اپنا دین بنا لیا اَور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ان میں اختراعات کا اضافہ ہوتا گیا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں نے رہبانیت کا باقاعدہ آغاز ایک راہب سینٹ انیتھی ST-ANTHNY سے کیا جو ۲۵۰ء میں پیدا ہوا اور ۳۵۰ء میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اس نے مصر میں فیوم کے علاقہ میں پہلی خانقاہ قائم کی جو اب دارالیمون کے نام سے معروف ہے۔ دُوسری خانقاہ بحرِ احمر کے ساحل پر قائم کی جسے اب دیر ملا انطونیوس کہا جاتا ہے۔ عیسائیوں میں رہبانیت کے بنیادی عقائد اسی کی تحریروں سے اَور ہدایات سے ماخوذ ہیں۔ پھر یہ سلسلہ مصر میں سیلاب کی طرح پھیل گیا اَور جگہ جگہ راہبوں

اور راہبات کے لئے خانقاہیں قائم ہو گئیں۔ پھر یہ سلسلہ آہستہ آہستہ شام فلسطین اور افریقہ اور یورپ میں پھیل گیا۔

کلیسا کا نظام تین صدیوں تک ان انتہا پسندانہ نظریات کا مقابلہ کرتا رہا ۳۶۲ء کی گنگرا کونسل جو آخری مجلس تھی۔ اس طرح کے خیالات کو خلافِ مذہب کر دیا گیا مگر اس کے تھوڑی مدت بعد ۳۸۶ء میں رومن سینا ڈ نے تمام پادریوں کو مشورہ دیا کہ ازدواجی تعلقات سے کنارہ کش رہیں اور دوسرے سال پوپ سائریکس (SIRICIUS) نے حکم دیا کہ جو پادری شادی کرے یا شادی شدہ ہونے کی صورت میں اپنی بیوی سے تعلقات رکھے اس کو منصب سے معزول کر دیا جائے۔ سینٹ جیروم، سینٹ ایمبروز، سینٹ آگسٹائن نے بڑے زور و شور سے اس فیصلہ کی حمایت کی اور تھوڑی سی مزاحمت کے بعد یہ قانون مغربی کلیسا میں نافذ کیا۔ اس طرح ان لوگوں نے بیوی کو خاوند سے، بیٹے بیٹی کو والدین سے، بھائی بہنوں اور اولاد تک کے رشتوں سے کاٹ دیا۔ ان سے محبت ایک پادری کے لئے گناہ تھی۔ مگر اس ترک و تجرید اور فقر اور درویشی کے ساتھ دولت دنیا سمیٹنے میں کمی نہ کی گئی۔ پانچویں صدی کے آغاز ہی میں حالت یہ ہو چکی تھی کہ روم کا بشپ بادشاہوں کی طرح اپنے محل میں رہتا تھا اور اسکی سواری جب شہر میں نکلتی تو اس کے ٹھاٹھ قیصر کی سواری سے کم نہ ہوتے تھے۔ راہبوں کی غیر معمولی ریاضتیں اور نفس کشی کے کمالات دیکھ کر جب عوام میں ان کے لئے بے پناہ عقیدت پیدا ہو گئی تو لباسِ درویشی میں راہبوں کے گروہ کے گروہ داخل ہو گئے اور انہوں نے ترکِ دنیا کے بھیس میں جلبِ دنیا کا وہ کاروبار چمکایا کہ طالبینِ دنیا مات کھا گئے۔ فطرت سے لڑ کر رہبانیت نے بارہا مار کھائی۔ فلسطین کے کلیسا کے متعلق نیسا (NYSSA) کا پادری سینٹ گریگوری ۳۹۶ء میں لکھتا ہے:

"کہ وُہ بدکرداری کا اڈا بن گیا ہے۔"

رہبانیت فطرت کے ساتھ لڑ کر بداخلاقی کے جس گڑھے میں جا گری اسکی داستان آٹھویں صدی عیسوی سے گیارہویں صدی عیسوی تک مذہبی تاریخ کا بدنما ترین داغ ہے۔ دسویں صدی کا ایک اطالوی بشپ لکھتا ہے:

"پادریوں اور چرچ کے مذہبی کارکنوں میں محرمات سے ناجائز تعلقات اور خانقاہوں میں خلافِ وضع جرائم بہت زیادہ پھیل گئے ہیں۔

اِن تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید یہاں رہبانیّت کی بدعت ایجاد کرنے اور پھر اس کا حق ادا نہ کرنے کا ذکر کر کے مسیحیّت کے کس بگاڑ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

ایک دفعہ چند صحابہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا کہ میں ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دُوسرے نے کہا کہ مَیں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ شادی نہیں کروں گا۔

رحمتِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا۔

"خُدا کی قسم تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں ہوں۔ سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سویا بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنّت سے روگردانی کی میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔" (مُسلم اور بخاری)

اسلام نے رہبانیّت کی قطعًا اجازت نہیں دی۔

باب نمبر ۹

عقیدۂ تثلیث

قرآن کریم

اور

عیسائی تاریخ

کی

روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَھُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾

یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تیسرا ہے۔ تین خداؤں سے حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جس نے کفر کیا ہے اُس کو دردناک سزا دی جائے گی ○ پھر کیا یہ اللہ سے توبہ نہ کریں گے اور اس سے معافی نہ مانگیں گے اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے ○

سورت مائدہ آیت نمبر ۷۲ تا ۷۳، پارہ ۶

اب ہم عقیدۂ تثلیث (تین خدا) پر مفصل بحث کرتے ہیں۔ اس آیت میں زور دے کر عقیدۂ تثلیث کا بطلان کیا جاتا ہے اور آخر میں بہت ہی پیارے انداز میں ایمان کی ترغیب دی گئی ہے۔ کہ اللہ تو بہت زیادہ درگزر کرنے والا ہے۔ تم اُس کی مخلوق کو اُس کا شریک بناتے ہو۔ مگر معافی مانگنے اور توبہ کرنے سے تمہارے اوپر رحم کر دے گا۔

پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ تمام عیسائی فرقے اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بحیثیت جوہر کے واحد ہے اور بحیثیت اقانیم تین ہے۔ وجود۔ علم حیات۔ وجود کو باپ۔ علم کو بیٹا اور حیات کو روح القدس کہتے ہیں اور ان کا اختلاف اس بات میں ہے کہ تینوں اصل کا تعلق اپنے جوہر (اللہ) سے کیا ہے۔ جس میں وہ طرح طرح کے عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں مگر کوئی بات اُن کی اپنی سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ اگر دنیا کے دیگر مذاہب کو تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ تین خداؤں کا عقیدہ بہت پرانا ہے اور تمام مشرکانہ مذاہب میں مشترک نظر آتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں (تری مورتی) یعنی برہما وشنو اور شیو کی عبادت کی جاتی ہے۔ چین میں "تا وو" ایک ایسا خدا ہے جس کی تین اقانیم۔ مصر قدیمہ میں معبد (عبادت گاہ) کے قسیس یعنی (پادری) ثالوث مقدس کی تعلیم دیتے تھے اور یہ بتاتے تھے کہ پہلے نے ملکر دوسرے کو اور دونوں نے ملکر تیسرے کو پیدا کیا۔ اُن کے اعتقاد میں بھی اقنوم ثانی کو کلمہ دوسرا خدا اور اللہ کا پلوٹھی کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ فارس (ایران) میں بھی ایک ایسے خدا کی عبادت کی جاتی تھی جن کے نام یہ تھے۔ ازمرد۔ مترات اور اہرمن مترات کو وہ بھی ابن اللہ کہا کرتے تھے اور خود یورپ میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے پہلے تثلیث کا عقیدہ رائج تھا اور یونانی ایک ایسے خدا کے قائل تھے جس کی اقانیم تین تھیں اور اگر عرب کے مشرکوں کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی تین بڑے خداؤں کی پوجا کیا کرتے تھے جن کے نام لات۔ عزیٰ اور ہبل تھے۔ انہوں نے بھی حضورؐ کے زمانہ میں بھی ان بتوں کو خانہ کعبہ میں رکھا ہوا تھا ان کی پوجا کرتے تھے اور ان کے نام لے لے کر قسمیں کھایا کرتے تھے۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ عیسائیوں نے اس عقیدہ کو کب اختیار کیا؟ کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے کسی قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ جب تک ان سوالات کا تحقیقی جواب نہ دیا جائے نہ ہم قرآن کی آیات کو پوری طرح سمجھ سکتے ہیں اور نہ ان عقائد پر بحث کر سکتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا برٹیانیکا (مطبوعہ ۱۹۶۲ء) جو دنیا بھر کے فضلا اور محققین کی کوششوں کا مجموعہ ہے اور اسے تمام علمی حلقوں میں مستند ترین سمجھا جاتا ہے۔ مسیحیت کے موضوع پر جارج ولیم ناکس (K.W.KNOX) اور سڈنی ہربرٹ میلون (S.H.MELLONE) نے مل کر جو مقالہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ:۔

مسیحؑ نے خود بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کی اصل کوئی مافوق الفطرت چیز ہے بلکہ وہ اس بات پر مطمئن تھے کہ انہیں مریم اور جوزف کے بیٹے کی حیثیت سے پہچانا جائے (انسائیکلوپیڈیا برٹیانیکا) (جلد ۵ صـ ۶۳۲) اس خیال کی تائید انہوں نے مرقس کی انجیل باب ششم کی آیات نمبر ۳ اور نمبر ۴ کا حوالہ دیا ہے۔

"کیا یہ وہی بڑھئی نہیں جو مریم کا بیٹا۔ یعقوب اور یوسیس اور یہودا اور شمعون کا بھائی ہے۔ اور کیا اس کی بہنیں یہاں ہمارے ہاں نہیں۔ پس انہوں نے اس کے سبب ٹھوکر کھائی، یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے رشتہ داروں اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔"

یوحنا کی یہ آیت بھی زیرِ غور ہے کہ:

"پھر وہ ان دو دنوں کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر گلیل کو گیا کیونکہ یسوع نے خود گواہی دی کہ نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا۔"

(۴۴ : ۴۳ : ۴)

لوقا کی یہ آیت بھی زیرِ غور ہے (آیت نمبر ۱۳-۳۴)

"مگر مجھے آج کل اور پرسوں اپنی راہ پر ضرور چلنا ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلم سے باہر ہلاک ہو"

ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے آپ کو مریم کا بیٹا کہلوایا۔ اور اپنے نبی ہونے کا بار بار اعلان کیا اور اپنے آپ کو کبھی بھی خدا یا خدا کا بیٹا نہیں کہا۔

پھر انجیل برناباس کے باب نمبر ۲۷ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے شاگردوں سے کہتے ہیں (میرے جانے کے بعد) تمہارا دل پریشان نہ ہو کیونکہ میں نے تم کو پیدا نہیں کیا بلکہ خدا ہمارا خالق ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ جب حقیقت یہ ہے تو عیسائیوں نے تثلیث (تین خدا) کا نظریہ کہاں سے لیا۔

باپ۔ بیٹا اور روح القدس کی اصطلاحات کو یہودی ذرائع نے مہیا کیا۔ تثلیث کا مواد یہودی ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صہ۲۳۳ جلد نمبر ۵) دین مسیحی کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت جو چیز بڑی عجیب و غریب اور انوکھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس دین کے بنیادی عقائد وہ نہیں جو اس دین کے بانی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بتائے ہیں۔ یا جو انجیلوں میں مذکور ہیں بلکہ اس کے بنیادی عقائد وہ ہیں جو پادریوں کی کونسلیں مختلف حالات میں مقرر کرتی رہی ہیں۔ اور یہ کونسلیں اس بات کا اختیار رکھتی ہیں کہ اگر حضرت مسیح پر ایمان رکھنے والے ان کے منظور کردہ عقائد سے منہ موڑیں تو یہ ان کو مرتد قرار دے کر دین سے خارج کر دیں۔

برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا کے مطابق یہ حقیقت حال اس طرح ہے کہ قسطنطین کے تخت نشین ہونے سے پہلے عیسائیوں پر طرح طرح کے مظالم کئے جاتے تھے اور یہ لوگ حکومت روم کی نگاہوں میں بھی معتوب تھے مگر یہ مذہب پھیلتا گیا اور تقویت پکڑتا رہا۔ قسطنطین جب رومی حکومت کا سربراہ بنا تو اس نے ۳۱۳ء میں ایک فرمانِ شاہی کے ذریعہ مذہبی آزادی کا اعلان کیا۔ اپنی سیاسی اغراض کی وجہ سے اس نے عیسائیوں کو بہت سی عنایات سے نوازا۔ تاکہ ان لوگوں کو ساتھ ملا کر اپنی حکومت کو مضبوط بنالے۔ مگر اس سے پہلے عیسائیوں کے عقائد میں بہت سی تبدیلیاں ہو چکی تھیں اور قسطنطین کی سرپرستی میں ان عقائد میں مزید کیا تبدیلیاں کی گئیں۔ مسیحی فضلا نے جو لکھا ہے اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

تیسری صدی کے ختم ہونے سے پہلے یسوع کو کلام الٰہی (LOGOS) کا مجسمہ تسلیم کر لیا گیا تھا مگر اس کے اللہ ہونے کا صاف انکار کیا جاتا تھا مگر ایریس کے تنازعہ نے چوتھی صدی کے کلیسا کو حیرت اور اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ سینٹ پال کے ساتھی مسیح کو ابن اللہ کی صورت میں پیش کرتے تھے۔ اس پر ۳۲۳ء میں نیقیا میں ایک میٹنگ ہوئی اس میں یسوع کی الوہیت کو تسلیم کر لیا گیا۔ اس پر تنازعہ کافی دیر جاری رہا۔ لیکن آخر کار مشرق و مغرب کے عیسائیوں نے اسی عقیدہ کو صحیح مان لیا۔ پھر بیٹے کی الوہیت کے ساتھ روح القدس کی الوہیت کو بھی مان لیا گیا۔ نیقیا کی کونسل کے جاری کردہ عقیدہ کی فتح نے تثلیث کو عیسائی مذہب کا لازمی حصّہ قرار دے دیا۔ مگر اب بیٹے کی الوہیت قرار دے دینے سے ایک نئی پیچیدگی پیدا ہو گئی جو چوتھی صدی اور اس کے بعد تک وجہ تنزاع

بنی ہوئی وہ یہ کہ یسوع میں الوہیت اور انسانیت کا باہمی تعلق کیا ہے۔

کالیسڈن (CHALCEDON) کی کونسل جو ۴۵۱ء میں ہوئی اس میں یہ قرار پایا کہ مسیح کی ذات میں الوہیت اور انسانیت دونوں کی خصوصیات جوں کی توں ہیں پھر قسطنطنیہ کی تیسری کونسل ۶۸۰ء میں ہوئی اب اس پر مزید یہ اضافہ کیا گیا کہ ان دو ماہیتوں کی مرضی اور منشا الگ الگ ہے اور مسیح ان دونوں مشیتوں کا مالک ہے۔ اس طرح مسیح کے اندر (خدائی اور انسانی) مشیتوں کے وجود کے نظریہ کو مشرق اور مغرب کے کلیساؤں نے پختہ عقیدہ کے طور پر مان لیا۔

قرآن نے جو اہلِ کتاب کے بارے میں یہ اعلان فرمایا کہ وہ اپنی طرف سے باتیں گھڑ لیتے ہیں اور پھر اُسے خدا کی طرف اور پیغمبروں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اِن آیات کا کتنا واضح ثبوت اِن کی اپنی تاریخ نے دے دیا ہے۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا مقاصد تھے جن کی بنا پر نیقیا کی کونسل ۳۲۵ء میں مسیح کی الوہیت کا جو افترا باندھا۔ اس کی وجوہات کیا تھیں۔

قسطنطین کی حمایت اور سرپرستی میں عیسائیت کو امن اور سکون نصیب ہوا تو ان میں نظریاتی جنگ شروع ہو گئی جس کے باعث اِن کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور داخلی انتشار پیدا ہوا۔ اس طرح قسطنطین کے اپنے سیاسی مقاصد بھی پورے نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ اس نے داخلی انتشار کو دُور کرنے کے لئے عیسائی علما کی کونسل طلب کی جس کے اجلاس ۲۰ تا ۲۵ مئی ۳۲۳ء تک جاری رہے۔ اس میں سب سے اہم مسئلہ

جو زیرِ بحث آیا وہ یہ تھا کہ یسوع کا تعلق خدا سے کس نوعیت کا ہے۔ اس کونسل کا داعی خود قسطنطین تھا اور اس نے تمام اخراجات خود برداشت کئے۔ اس نے کئی اجلاسوں میں شرکت کی اور ان اجلاسوں کے فیصلوں کو شاہی اختیارات سے نافذ کیا جس نے ان کو نہ مانا اس کو سزا دی۔

بحوالہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۵۸۸، مقالہ نگار مندرجہ ذیل الفاظ میں نیقیا کی کونسل کے متعلق تحریر کرتا ہے۔

اس مصنوعی اور بناوٹی اتحاد سے جو عقیدہ گھڑا گیا وہ امن برقرار رکھنے کی اہلیت نہ رکھتا تھا بلکہ اس نے ایسے جھگڑوں کے لئے راہ ہموار کر دی جن کے باعث مملکت کی بنیادیں ہل گئیں۔ یہ عقیدہ جس کو کلیسا نے فکر اور تدبر کے بغیر اپنے اوپر مسلط کر لیا اس کی تشریح کرتے وقت کلیسا کو ایسی مذہبی بحثوں میں الجھنا پڑا جن کا راستہ بڑا دشوار اور پرخار تھا (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۶ صفحہ ۴۱۰)

اس کے علاوہ اس کتاب میں ریورنڈ جارج ولیم ناکس کلیسا کے بنیادی عقائد پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے (مضمون مسیحیت)

عقیدہ تثلیث کا فکری سانچہ یونانی ہے اور یہودی تعلیمات اس میں ڈالی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ہمارے لئے عجیب قسم کا مرکب ہے۔ مذہبی خیالات بائیبل کے اور ڈھلے ہوئے ایک اجنبی فلسفے کی صورت میں۔

باپ۔ بیٹا اور روح القدس کی اصطلاحیں یونانی ذرائع کی بہم پہنچائی ہوئی ہیں۔ یہ اصطلاحیں شاید ہی کبھی یسوع نے استعمال کی ہوں۔ مگر ان کا مطلب بالکل غیر واضح تھا پس اس عقیدہ کا مواد جو یہودی ہے اس پر یونانی اثرات غالب آ گئے۔ اور یہ عقیدہ دیکھنے میں بالکل یونانی فکر کا نمونہ ہے۔

مسیحی علماء کے بیانات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس چیز نے ابتداء میں عیسائیوں کو گمراہ کیا وہ عقیدت اور محبت کی زیادتی تھی۔ اس غلو کی بنا پر انہوں نے مسیح علیہ السلام کے لئے خداوند اور ابن اللہ کے الفاظ استعمال کئے۔ خدائی صفات اِن کی طرف منسوب کیں۔ کفارہ کا عقیدہ ایجاد کیا گیا۔ پھر جب یونانی فلسفہ کی ہوا لگی تو بجائے اس کے کہ یہ لوگ ابتدائی گمراہی کو سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش کرتے بلکہ انہوں نے اپنے گذشتہ پیشواؤں کی غلطیوں کو نباہنے کے لئے اِن کی توجیہات شروع کر دیں اور مسیح کی اصل تعلیمات کی طرف رجوع کئے۔ بغیر منطق اور فلسفہ کی مدد سے عقیدے پر عقیدہ ایجاد کرتے گئے۔ اِن تمام باتوں سے ثابت ہو گیا کہ عیسائیوں کے بنیادی عقائد کو چند آدمیوں نے سیاسی دباؤ اور اغراض کی خاطر خود ہی بنا لیا تھا

باب نمبر ۱۱

اناجیل اربعہ کی حیثیت

کیا موجودہ انجیلیں آسمانی کتابیں ہیں؟

تاریخ عیسائیت کی روشنی میں

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

"اور پھر ہم نے ان کے پیچھے (بنی اسرائیل کے پیغمبروں) انہیں کی راہ پر اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسٰی ابن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی۔

(آیت نمبر ۲۶ سورت الحدید پارہ نمبر ۲۷)

اس طرح اور بھی بہت سی جگہ پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کو انجیل عطا فرمانے کا ذکر ہے جن کی تفصیل حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حالاتِ زندگی پڑھتے وقت آپ نے پڑھی ہوگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کو توریت اور انجیل کا علم دیا گیا اور اس وقت کے لوگوں کو جو آپ کے پیروکار تھے ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ انجیل کے احکام پر پوری سختی سے کاربند ہوں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ ہدایت نامہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسٰیؑ کے ذریعہ لوگوں کو ملا اس کا کیا بنا۔

اس وقت عیسائیوں کے پاس چار انجیلیں ہیں جن کو مستند قرار دیا گیا ہے۔ انجیل متی مرقس، انجیل لوقا اور انجیل یوحنا۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا جلد سوئم صفحہ نمبر ۵۱۳ پر درج

ہے کہ ان انجیلوں کی متعین تاریخ اور ان کے وجود میں آنے کا اصل مقام غیر یقینی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کا تعلق پہلی صدی عیسوی کے آخری سالوں سے ہے۔

اس کے چند سطر بعد اسی کالم میں لکھا ہے :۔

ہمارے پاس کوئی یقینی علم نہیں ہے کہ یہ چار مستند انجیلیں کیسے اور کہاں سے معرض وجود میں آئیں۔ پھر جن لوگوں نے ان کو مرتب کیا وہ نہ تو حضرت عیسیٰ کے صحابہ میں سے تھے بلکہ اس وقت تک انہوں نے اس مذہب کو قبول ہی نہیں کیا تھا۔ آپ خود سوچیے کہ ستر سال تک جو کتاب مرتب ہی نہیں ہوئی اور جن لوگوں نے ان کو بعد میں مرتب کیا۔ انہوں نے اس بات کی کوئی نشان دہی نہیں کی کہ یہ مواد ان کو کہاں سے ملا۔

اس کے علاوہ فلسطین کے لوگوں کی زبان حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں سریانی تھی مگر ایک بھی انجیل دنیا میں اس وقت یا پہلے نہیں پائی گئی جس زبان میں یعنی سریانی میں یہ اتری تھی۔ دوسری قوموں کی زبانوں میں اس کے تراجم کیے گئے۔ اناجیل کا جو سب سے قدیم یونانی ترجمہ ملتا ہے۔ عیسائیوں کی اپنی تاریخ کے مطابق وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے اٹھ جانے کے چار سو سال بعد کا ہے۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں اہل فلسطین کی مادری زبان سریانی تھی۔ اگرچہ سلوقی اور رومی سلطنتوں کے زیر اثر یونانی زبان بھی اس علاقہ میں پہنچ گئی تھی مگر وہ صرف اس طبقے تک محدود رہی جو سرکار اور دربار میں رسائی پا کر یونانیت زدہ ہو گیا تھا۔ اس ملک کے عوام یونانی زبان سے اس قدر ناواقف تھے کہ ۷۰ء میں یروشلم پر قبضہ کرنے کے بعد رومی جنرل تیتس (TITUS) نے اہل یروشلم کو یونانی میں خطاب کیا تو اس کا ترجمہ سریانی زبان میں کرنا پڑا۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا پیغام یونانی نہیں بلکہ سریانی زبان میں ہی دیا ہو گا۔ دوسری

بات یہ ہے کہ موجودہ چاروں انجیلیں اُن یونانی بولنے والے عیسائیوں کی لکھی ہوئی ہیں جن کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ نہ وہ ان کے شاگرد تھے اور نہ ان کی زندگی میں ایمان لائے تھے ان تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال، اعمال زبانی روایات کی شکل میں بغیر کسی سند کے پہنچے تھے اور ان سریانی روایات کو جیسے جس طرح، جس قسم کے لوگوں سے سُنا بغیر سوچے سمجھے اُس کا یونانی زبان میں ترجمہ کر دیا اور اس زمانہ میں بے شمار اس طرح کی تحریریں رواج پا چکی تھیں۔ مگر تیسری اور اہم بات جو اس معاملہ میں سوچنے کی ہے کہ انجیل کا کوئی بھی نسخہ اُس زمانے کی یونانی زبان میں بھی موجود نہیں ہے جو کہ حضرت عیسیٰ کے فوراً بعد تحریر کی گئی ہو اور اِس وقت جو چیز پیش کی جا سکتی ہے وہ چوتھی صدی عیسوی کی ہے جس وقت کہ حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار کہلانے والوں نے اپنے عقائد کو بہت حد تک بدل لیا تھا۔ اس معاملہ کو جو چیز خاص طور پر شبہ میں ڈال دیتی ہے وہ یہ ہے کہ عیسائی اپنی انجیلوں میں اپنی پسند کے مطابق ردّ و بدل کو بالکل جائز سمجھتے رہے ہیں جیسا کہ باب نمبر ۵ میں آیات ربانی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پہلے پہل حضرت عیسیٰ کے پیروکار اپنے آپ کو یہود سے کوئی الگ امت تصور نہ کرتے تھے مگر اُن کا عقیدہ یہودیوں سے بہتر تھا۔ وہ توحید پرست تھے اور حضرت عیسیٰ کو اللہ کا نبی اس کا بندہ اور انسان سمجھتے تھے۔ ان حالات میں ایک یہودی جو طرطوس کا باشندہ تھا اِس کا نام سینٹ پال تھا۔ عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ یہ کافی عرصہ روم میں رہا۔ یہ وہاں کے لوگوں کے فلسفہ اور مشرکانہ عقائد سے بہت متاثر ہوا۔ عیسائیت کو اس نے انہیں مشرکانہ عقائد میں ڈھالنے کی پوری کوشش کی، لیکن حضرت عیسیٰ کے حواری اسکو قبول کرنے پر تیار نہ تھے۔ سینٹ پال نے رومیوں، یونانیوں اور دوسرے غیر یہودی اور غیر اسرائیلی لوگوں میں اپنے خود ساختہ دین کی تبلیغ شروع کر دی۔ اِس شخص نے حضرت عیسیٰ کی کوئی صحبت نہ پائی تھی۔ بلکہ پہلے پہل یہ آپ کے پیروؤں کا سخت دشمن رہا تھا مگر جب

اُس جماعت میں داخل ہوا تو اُس نے عیسائیت کو ایک نیا دین بنا دیا۔ اپنے دین کو رائج کرتے وقت بھی اُس نے حضرت عیسیٰ کے کسی قول کی سند پیش نہیں کی بلکہ لوگوں کو یہ بتاتا رہا کہ اُسے الہام ہوتا ہے۔ اُس کے پیش نظر یہ تھا کہ دین ایسا ہو جسے عام غیر یہودی دنیا قبول کرے۔ اُس نے اعلان کر دیا کہ ایک عیسائی شریعتِ یہود کی تمام پابندیوں سے آزاد ہے اس نے کھانے اور پینے میں حرام اور حلال کی تمام قیدیں ختم کر دیں۔ ختنہ کی رسم کو بھی ختم کر دیا جو غیر یہودی دنیا کو سخت ناگوار تھا۔ پھر اس نے حضرت عیسیٰؑ کے اللہ کا بیٹا اور صلیب پر جان دے کر اولادِ آدم کے گناہ کا کفارہ بن جانے کا عقیدہ بھی گھڑ لیا، کیوں کہ یہ اُس زمانے کے مشرکین کے مزاج کے بہت زیادہ قریب تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کے پیروؤں نے اسکی بہت مخالفت کی مگر جو دروازہ اُس نے کھولا تھا اس سے غیر یہودی عیسائیوں کا بہت بڑا سیلاب اِس مذہب میں داخل ہو گیا اور مٹھی بھر لوگ جس میں ایک شخص برناباس بھی تھا۔ اس وقت اس کی مخالفت کرتے رہے۔ یہ سینٹ پال کے سخت خلاف تھا۔ برناباس اور اس کے ساتھی توحید پرست تھے اور وہ لوگ حضرت عیسیٰ کے اصل مسلک کے پیروکار تھے۔ اِس شخص نے حضرت عیسیٰ کے اقوال کے مطابق انجیل لکھی جس کو انجیل برناباس کہا جاتا ہے۔

عیسائیوں میں گروہ بندی

اس طرح عیسائیوں کے دو گروہ ہو گئے۔ انطاکیہ کے بشپ پال کا عقیدہ بھی توحید کا عقیدہ تھا۔ انطاکیہ کا دوسرا بشپ جس کا نام لیوکین (LUCIAN) تھا۔ یہ تقویٰ اور علم میں بہت شہرت رکھتا تھا۔ وہ عقیدہ تثلیث کے سخت خلاف تھا۔ اس کو ۳۱۲ میں شہید کر دیا گیا۔ اِس کے بعد اس کے شاگرد ایریس ARIUS نے توحید کا پرچم بلند کیا۔ اُسے کئی بار کلیسا کے عہدہ پر فائز کیا گیا اور کئی بار معزول کیا گیا۔ اِس اثنا میں

دو ایسے واقعات ہوئے جنہوں نے یورپ کی تاریخ بدل کر رکھ دی۔ شاہ قسطنطین جس نے یورپ کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ عیسائیت قبول کیے بغیر عیسائیت کی امداد شروع کر دی۔ اس وقت ہی ایریس اور بشپ الیگزینڈر نے آپس میں ایک دوسرے کی شدید مخالفت شروع کر دی اور ان دونوں گروہوں میں شدید ٹھن گئی۔ ایریس توحید پرست تھا مگر الیگزینڈر سینٹ پال کے نظریات کا مداح تھا۔ بادشاہِ وقت نے اس قضیہ کو نمٹانے کے لئے ۳۲۵ء میں ایک کانفرنس کا اہتمام کیا۔ متواتر کئی روز تک اس کے اجلاس ہوتے رہے مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا کہ سچے عقیدہ کا پیروکار کون ہے۔ بادشاہ نے امن و امان کی خاطر کلیسا کے معاملات میں مداخلت کر کے ان جھگڑوں کا تصفیہ اس طرح کیا کہ اُس نے ایریس کو جو توحید کا سچا پرستار تھا جلا وطن کر دیا۔ چونکہ وہ خود بھی یونانی فلسفہ سے متاثر تھا۔ اس نے توحید کی بجائے عقیدۂ تثلیث کے عقائد کی حمایت کی اور سینٹ پال کے تخلیق کردہ تصورات کو عیسائیت کا رسمی مذہب بنا دیا اور پھر خود بھی عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اس وقت اُس کے قائم کردہ قوانین کے مطابق کلیسا کی منظور شدہ انجیل کے بغیر کوئی دوسری انجیل اپنے پاس رکھنا جرم قرار دے دیا گیا۔ دو سو ستر مختلف انجیلوں کے نسخے نذرِ آتش کر دیئے گئے۔ وہی کتابیں معتبر ٹھرائی گئیں جو سینٹ پال کے عقیدہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ۳۶۷ء میں پہلی مرتبہ اتھاناسیوس (ATHANASIUS) کے ایک خط کے ذریعہ معتبر کتابوں کے مجموعہ کا اعلان کیا گیا پھر اس کی توثیق ۳۸۲ء میں پوپ ڈیمیس (DAMIASUS) کے زیرِ صدارت ایک مجلس میں اسی وقت ایسی کتابوں کی فہرست بھی تیار کی گئی جو ان کے خیال میں غیر معتبر تھیں۔ ان میں انجیل برنا باس کا نام بھی شامل ہے۔ مگر حیرانی کی بات یہ ہے کہ معتبر مذہبی کتابوں کے متعلق کبھی کوئی عیسائی عالم یہ دعویٰ نہیں کر سکا ہے کہ ان میں شامل کردہ کسی عقیدے کی تعلیم خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور خود ان معتبر کتابوں کے مجموعہ میں سے کسی ایک میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی

قول سے ان عقائد کا ثبوت نہیں ملتا۔

ایریس جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے وہ انجیل برنباس کا معتقد تھا۔ ۳۳۶ء میں ایریس کو واپس بلایا گیا مگر جب وہ قسطنطنیہ میں داخل ہو رہا تھا تو اسکی موت واقع ہو گئی مگر دوسری طرف ۳۴۱ء میں انطاکیہ میں بھی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ انہوں نے توحید کو عیسائی مذہب کا بنیادی عقیدہ قرار دیا۔ چنانچہ ۳۵۹ء میں سینٹ جیروم S-JEROME نے لکھا کہ ایریس کا مذہب مملکت کے تمام باشندوں نے قبول کر لیا تھا۔ بعد میں آنے والے اٹلی کے پوپ ہونوریس HONORIUS جو کہ حضور کا ہم عصر تھا اور اس نے ۶۳۸ء میں وفات پائی۔ یہ بھی عقیدہ توحید کا زبردست مداح تھا۔ مگر پھر وہاں بھی ۶۸۰ء میں عقیدہ تثلیث کے حق میں ایک زبردست لہر اٹھی اور اکثر باشندوں نے اسے قبول کر لیا۔ پوپ ہونوریس کو ملعون اور مردود قرار دے دیا گیا اور اس کے نظریات کو مسترد کر دیا گیا۔ آئیے اب انجیل برنباس کے بارے میں پتہ کرتے ہیں کہ یہ کیا ہے۔ برنباس قبرص کا باشندہ تھا۔ اس کا پہلا مذہب یہودیت تھا اس کا نام JOSES جوسس تھا۔ چونکہ اس نے دینِ عیسوی کی اشاعت اور ترقی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی تو حواری اسکو برنباس کے نام سے پکارا کرتے تھے جس کا معنی ہے۔

" واضح نصیحت کا فرزند" وہ بڑا کامیاب مبلغ اور حضرت مسیح کا پیروکار تھا۔ انجیل برنباس اس کی تصنیف کردہ ہے۔ چاروں انجیلوں کے مقابلہ میں یہ بے حد مربوط ہے۔ اس سے سلسلہ واقعات بھی اچھی طرح سمجھ میں آتا ہے۔ اس میں توحید کی تعلیم، شرک کی تردید، صفاتِ باری تعالیٰ، عبادات کی روح اور اخلاقِ فاضلہ کے مضامین بڑے ہی پُر زور اور مفصل ہیں۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب اپنے شاگردوں کی تعلیم اور تربیت کس طرح فرمایا کرتے تھے۔ اس انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ٹھیک ٹھیک ایک نبی کی زندگی کے مطابق نظر آتی ہے۔ یہ توحید، رسالت اور آخرت کے

وہی عقائد پیش کرتی ہے جن کی تعلیم تمام انبیاء نے دی۔ برنا باس کی یہ انجیل ۳۲۵ء تک پڑھی جاتی رہی ایریس نے جب سینٹ پال کے نظریات کی مخالفت کی تو اس نے برنا باس کی انجیل سے بکثرت استدلال کیا۔ مگر ۳۲۵ء میں جو کانفرنس نیقیا میں ہوئی۔ اس میں طے پایا کہ عبرانی زبان میں جتنی انجیلیں ہیں ان کو ضائع کر دیا جائے۔ مگر ۳۸۳ء میں پوپ نے انجیل برنا باس کا ایک نسخہ حاصل کیا اور اپنی پرائیویٹ لائبریری میں اس کو محفوظ کر لیا۔ کسی کو یہ انجیل پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر سولھویں صدی میں اس کے اطالوی ترجمہ کا صرف ایک نسخہ پوپ SIXTUS کے کتب خانے میں پایا جاتا تھا۔ مگر اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز میں یہ نسخہ ایک شخص ٹولینڈ کے ہاتھ لگا جو مختلف ہاتھوں سے گشت کرتا ہوا ویانا کی امپریل لائبریری میں پہنچ گیا۔ ٹولینڈ نے اپنی تصنیف MISCELLANEOUS WORK جو اس کی وفات کے بعد ۱۷۴۷ء میں شائع ہوئی جلد اول صفحہ ۳۸۰ پر ذکر کیا ہے کہ انجیل برنا باس کا قلمی نسخہ اب بھی محفوظ ہے۔ اسی کتاب کے پندرھویں باب میں لکھا ہے کہ ۳۸۲ء میں مغربی کلیسا نے متفقہ طور پر اس پر بندش عائد کر دی تھی مسٹر اور مسز ریگ (RAGG) نے ۱۹۰۷ء میں اس قلمی نسخہ کا انگریزی ترجمہ کیا جو ویانا کی امپیریل لائبریری میں موجود تھا۔ جو آکسفورڈ لندن کے کلیرنڈن پریس سے شائع ہو گیا تھا جب اس کا انگریزی ترجمہ چھپ کر بازار میں آیا تو اس کے سارے نسخے اس کی اشاعت کے فوراً بعد غائب کر دیئے گئے کیونکہ یہ کتاب تو اس مذہب کی جڑھی کاٹ رہی تھی جسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا مودودی نے اپنی تصنیف جلد پنجم تفہیم القرآن صفحہ ۴۶۶ پر درج کیا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کی شائع شدہ انگریزی ترجمہ کی ایک فوٹوسٹیٹ کاپی دیکھی ہے اور اس کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھا ہے۔ جبکہ حضرت مولانا پیر کرم شاہ

صاحب جو کہ ابھی بفضلِ خدا زندہ ہیں اور شریعت کورٹ کے جج ہیں۔ وہ بھی اپنی تصنیف کردہ تفسیر ضیاء القرآن کی جلد پنجم صفحہ ۲۱۹ پر رقم طراز ہیں کہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ واشنگٹن کی کانگرس لائبریری میں مائیکروفلم کے ذریعہ پبلشر نے ایک دوست کی وساطت سے حاصل کیا ہے جو کہ خود انہوں نے پڑھا ہے۔

حضرت مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں ص ۱۷۴ پر اس انجیل کے نمونے اور ارشادات عیسوی درج کئے ہیں۔ جن میں سے چند پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

تمام انبیاء جن کو خدا نے دُنیا میں بھیجا اِن کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تھی۔ انہوں نے ابہام کے ساتھ بات کی مگر میرے بعد تمام انبیاء اور مقدس ہستیوں کا نور آئے گا جو انبیا کی کہی ہوئی باتوں کے اندھیرے پر روشنی ڈالے گا کیونکہ وہ خدا کا رسول ہے (باب نمبر ۱۷)

برنا باس لکھتا ہے کہ ایک موقع پر شاگردوں کے سامنے حضرت عیسیٰ نے بتایا تھا کہ میرے ہی شاگردوں میں سے ایک جو (یہودا اسکریوتی) مجھے تیس سکوں کے عوض دشمنوں کے ہاتھ بیچ دے گا۔ پھر فرمایا! اس کے بعد مجھے یقین ہے کہ جو مجھے بیچے گا وہی میرے نام سے مارا جائیگا۔ اور خدا مجھے زمین سے اُوپر اُٹھالے گا اور اُس غدار کی صورت ایسی بدل دے گا کہ ہر شخص یہ سمجھے گا کہ وہ میں ہی ہوں۔ تاہم جب وہ ایک بُری موت مرے گا تو ایک مدت تک میری ہی تذلیل ہوتی رہے گی۔ مگر جب محمد خُدا کا رسول آئے گا تو میری وہ بدنامی دُور کر دی جائیگی اور خدا یہ اُس لئے کرے گا کہ میں نے اُس مسیح کی صداقت کا اقرار کیا ہے۔ وہ مجھے یہ انعام دے گا کہ لوگ یہ جان لیں گے کہ میں زندہ ہوں اور اُس ذلت کی موت سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے (باب ۱۱۲)

پھر اپنے شاگردوں سے باب نمبر ۱۲۴ پر ارشاد کرتے ہیں "بے شک میں تم سے

کہتا ہوں کہ اگر موسیٰ کی کتاب سے صداقت مسخ نہ کر دی گئی ہوتی تو خدا میرے باپ داؤد کو ایک دوسری کتاب نہ دیتا اور اگر داؤد کی کتاب میں تحریف نہ کر دی گئی ہوتی تو خدا مجھے انجیل نہ دیتا۔ کیونکہ خداوند ہمارا خدا بدلنے والا نہیں ہے اور اس نے تمام انسانوں کو ایک ہی پیغام دیا ہے۔ لہذا جب اللہ کا آخری رسول آئے گا تو وہ اس لئے آئیگا۔ کہ ان ساری چیزوں کو صاف کر دے جن سے بے خدا لوگوں نے میری کتاب کو آلودہ کر دیا ہے

برناباس کے حالات اور اسکی انجیل کے متعلق اسی لئے اتنی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے کہ کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ مگر کلیسا نے بیسویں صدی کی اس حقیقت کو چھپانے کے لئے ایک بار پھر اس قدیم ترین نسخہ ہدایت کو چھپا دیا اور حتی الوسع ضائع کرنے کی کوشش کی اور برناباس پر یہ کہہ دیا کہ وہ کوئی عیسائی تھا جو کہ مسلمان ہو گیا اور اس نے مسلمان ہونے کے بعد یہ کتاب تحریر کی اور اسے برناباس کی طرف منسوب کر دیا۔ مگر اس وقت بھی بقول حضرت پیر کرم شاہ صاحب اس کے دو نسخے محفوظ ہیں۔ ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا واشنگٹن کی کانگرس لائبریری میں محفوظ ہے۔

اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ

تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ص وَ

غَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○

(آلِ عمران آیت ۲۳، ۲۴)

"کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا (جب) بلائے جاتے ہیں کتابِ الٰہی (قرآن) کی طرف تاکہ تصفیہ کردے ان کے باہمی جھگڑوں کا تو پیٹھ پھیر لیتا ہے ایک گروہ ان میں سے حالانکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوتے ہیں اس (بے باکی) کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بالکل نہ چھوئے گی ہمیں دوزخ کی آگ مگر چند دن گنے ہوئے اور فریب میں مبتلا کیے رکھا انہیں ان کے دین کے معاملہ میں ان باتوں نے جو وہ خود گھڑا کرتے تھے۔"

باب نمبر ۱۲

مذہب عیسائیت

اور

عیسائیوں کے عقائد

قرآن کی روشنی میں

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جرأت کہا "اب اگر آپ ان کو سزا دیں تو وہ

آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ غالب اور دانا ہیں"

اللہ تعالٰی کی مرضی اور منشا کے خلاف کوئی بندہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔

اور ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی عیسائیوں کے لیے اللہ تعالٰی

سے کوئی سفارش نہ کریں گے اور نہ ہی اُن کے گناہ بخشوا سکیں گے اس

طرح یہ عقیدہ کہ آپ نے مصلوب ہو کر عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ

دے دیا ہے اور اب روز قیامت اُن سے کوئی باز پرس نہ ہو گی غلط ثابت ہوا۔

۶۔ اللہ تعالٰی حضرت عیسٰی کی سچائی کی گواہی دے گا اور آپ کو انعام و

اکرام سے نوازے گا۔

۷۔ آخری آیات میں اللہ تعالٰی نے اپنے جن لامحدود اختیارات کا ذکر

کیا ہے کوئی انسان ان صفات اور اختیارات میں اللہ تعالٰی کا شریک

نہیں بن سکتا۔ اناجیل جدیدہ کی روایات کو اگر بالفرض ٹھیک بھی مان لیا

جائے تو بس اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے

خدا اور بندوں کے تعلق کو باپ اور اولاد کے تعلق سے تشبیہ دی ہے حضرت

عیسٰی کی آمد سے بہت پہلے بنو اسرائیل خدا کے لیے باپ کا لفظ بولتے آئے تھے

چنانچہ انہوں نے بھی دستورِ زمانہ کے مطابق ایک دو جگہ اپنے کلام میں خدا کے

لئے باپ کا لفظ استعمال کر لیا جس کا عیسائیوں نے یہ مطلب نکال لیا کہ چونکہ آپ

نے خدا کو باپ کے لفظ سے پکارا لہٰذا آپ بیٹا ہوئے اور وہ باپ۔ پھر یہ

عقیدہ بھی گھڑ لیا کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو اس لئے زمین پر بھیجا کہ وہ

انسانوں کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لے کر صلیب پر چڑھ جائے اور اپنے خون

سے انسان کے گناہ کا کفارہ دے دے۔ یہ کیسا عجیب منطق ہے جو کسی طرح بھی انسانی

عقل اور شعور میں نہیں آسکتی پھر اس کا کوئی ثبوت وہ حضرت مسیح کے کسی بھی قول سے نہیں دے سکتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ کی ذات اقدس اور بے شمار حیرت انگیز معجزات کو دیکھ کر اتنا غلو کیا کہ ان کو اللہ کا شریک بنا دیا اور دوسری طرف اور ان کی شان عظیم کو اس قدر گھٹا دیا کہ وہ ظالم کفار اور یہودیوں کے ہاتھوں انتہائی ظلم اور بے بسی سے مغلوب ہو گئے۔ لیکن جہاں تک روح اسلام کا تعلق ہے کوئی ایک شخص دوسرے کے بار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ (لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ، قیامت کے روز ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا) اور فرمایا وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ز وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ؕ (سورۃ لقمان آیت ۳۳ پارہ ۲۱)

" نہ باپ بیٹے کی طرف سے اور نہ بیٹا باپ کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا "

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۧ (سورت النساء آیت: ۱۷۱)

" اور نہ کہو کہ " تین " ہیں باز آ جاؤ یہ ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ (باپ۔ بیٹا۔ روح القدس) اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے وہ بالاتر ہے اس سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ زمین اور آسمان کی ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ان کی کفالت اور خبر گیری کے لئے بس وہی کافی ہے " (اس طرح تین خداؤں کے عقیدہ کو باطل کر دیا گیا) حقیقت یہ ہے کہ عیسائی بیک وقت توحید کو بھی مانتے ہیں اور تثلیث کو انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعدد اقوال درج ہیں جس میں انہوں نے خدائے واحد کی ذات و صفات کو مانا اور اپنے پیروکاروں کو بھی یہی نصیحت کی کہ وہ صرف اور صرف ایک خدائے واحد کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں۔

ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے رسول بنا کر بھیجا ہے جانیں۔ (انجیل یوحنا باب ۱۷ : ۳)

مگر وہ ان باتوں کو جانتے بوجھتے بھی خود کو اسی غلط فہمی میں مبتلا کئے ہوئے ہیں کہ کلام اللہ نے مسیح میں حلول کیا اور روح اللہ نے اس میں ظہور کیا اس طرح ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو اللہ کے ساتھ شریک بنا دیا۔ تقریباً اٹھارہ سو سال سے مسیحی علماء ان خود پیدا کردہ مسئلہ کو حل کرنے میں سر کھپا رہے ہیں اسی طرح یہ مذہب بہت سے فرقوں میں بٹ گیا۔ ان لوگوں کی ان مسائل پر بہت سی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان نہ سمجھ میں آنے والے مسائل کو چھوڑ دیا جاتا اور قرآن کی واضح ہدایت کی روشنی حاصل کر لی جاتی۔ مگر ضد بازی کی بنیاد پر انہوں نے قرآن کی واضح ہدایات کو نظر انداز کر دیا۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا ۭ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ (آل عمران ۸۰)

"کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ تو اس کو کتاب سمجھ اور نبوت عطا کرے اور پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ میرے پرستار بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ تم اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب انجیل اور توریت پڑھاتے رہتے ہو اور خود بھی پڑھتے ہو اور نہ وہ یہ کہے گا۔ کہ فرشتوں اور انبیاء کو رب بنا لو بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے مسلمان ہو جانے کے بعد تم کو کفر کا حکم دے ۔"

کو سننے اور جاننے والا تو اللہ ہی ہے ○ کہو لے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق زیادتی مت کرو اور اُن لوگوں کے تخیلات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے بہت سوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے ○ سورۃ المائدہ آیات ۷۶-۷۷ پارہ ۶۔ ان آیات میں بہت سے عقلی دلائل دیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بہت سے نبی گزرے۔ وہ بھی بہت بڑی شان اور عظمت والے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے چار سے نبی وفات نہیں پا چکے۔ حضرت ادریس۔ حضرت الیاس اور حضرت خضر زمین پر زندہ ہیں۔ پھر دیگر عظیم الشان انبیاء علیہ السلام سے حضرت مسیح سے بھی حیرت ناک معجزے رونما ہوتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ماں سے پیدا ہوئے بغیر باپ کے، جبکہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ یوں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ بے جان انسان زندہ کئے مٹی سے پرندے بناکر زندہ کر دیتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی کی لاٹھی میں جان ڈالی کہ عصا کو سانپ بنایا حضرت صالح علیہ السلام نے پتھر میں جان ڈال کر اونٹنی بنائی یا اس میں سے نکالی۔ جب وہ حضرات ان عجیب معجزات کے باوجود خدا نہ ہوئے نہ خدا کے بیٹے ہوئے تو عیسیٰ علیہ السلام خدا کیسے ہوتے سبحان اللہ کیسی پیاری اور قوی دلیل ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریمؑ دونوں بزرگ تھے وہ دونوں حضرات کھانا کھاتے تھے۔ جو کھانا کھائے وہ رب نہیں ہے۔ رب وہ ہے جو کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا نیز کھانا وہ کھاتا ہے جو کھانے کا حاجت مند ہو نیز کھانے کی وجہ سے بہت سی حاجت مندیاں پیش آتی ہیں۔ کھانے کی وجہ سے انسان۔ مکان آٹا پیسنے والے، روٹی پکانے والے، لکڑی چولہا وغیرہ صدہا چیزوں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ نیز کھانے سے دنیا میں پیشاب۔ پاخانہ ہوا خون گوشت وغیرہ

بنتے ہیں۔ نیز کمانے سے بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں جن کی وجہ سے طبیبوں اور معالجوں وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ غرض کہ ایک کھانے، کی وجہ سے بندگی پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ انسان کھانے کے سوا زمین، ہوا۔ دھوپ لباس وغیرہ بھی استعمال کرتا ہے۔ مگر کھانا کھانے میں دوسرے انسانوں کا زیادہ حاجت مند ہونا پڑتا ہے۔ لہذا کھانا حاجت مندیوں کا مجموعہ ہے۔ اس لیے خصوصیت سے آیات کریمہ میں اس کا ذکر فرمایا۔ جو انسان اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسروں کا محتاج ہو وہ رب کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تو کسی کا بھی محتاج نہیں ہے جب اس نے زمین اور آسمان بناتے وقت کسی کی مدد نہ لی۔ تمام کائنات اس کے حضور سجدہ ریز ہے۔ تمام جمادات۔ نباتات اور حیوانات اپنی پیدائش پرورش، خوراک اور زندگی کے لیے اللہ رب العالمین کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تو کوئی بندہ یا انسان رب کیونکر بن سکتا ہے۔ اور اس کا شریک کس طرح بن سکتا ہے اِن کی الوہیت کی تردید کرنے کے بعد اِن کی پرستش کی سخت تردید کی جا رہی ہے۔ چونکہ اس آیت[۹] میں توحید کا مضمون ہے اس لیے اس کو "قل" کی وجہ سے شروع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی صادر ہو چکے ہیں مگر ان کا بقا اور تعلق تا قیامت ہے چنانچہ اس "کہو" کا واسطہ تا قیامت مشرکین سے ہے۔ اور ہر قرآن پڑھنے والے کو پیغام دیتا ہے۔ عیسائیوں سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم عیسیٰ اور مریم کو اللہ مان کر ان کی عبادت کرتے ہو حالانکہ وہ خود میرے محتاج ہیں۔ وہ تمہارا کیا فائدہ کر سکتے ہیں نہ ہی تم کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لہذا باز آ جاؤ اور اس کی بندگی کرو جو رب العالمین ہے اور غلط لوگوں کے پیچھے نہ چلو۔ جو خود تباہ ہو گئے۔ اور تم کو بھی تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر ۱۳

عیسائیوں کو دعوت اسلام

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْ اِسْرَآءِيْلَ وَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ ۢبِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝ (سورت المائدہ ۷۰)

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے مگر جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ایسا حکم لایا جس کو ان کا جی نہ چاہتا تھا تو کسی نے ان کو جھٹلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ

لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا

جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ

بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(سورت المائدہ آیت ١٨ تا ١٩)

"اور یہود اور نصاریٰ (عیسائی) دعوے کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ یہ پوچھیے کہ اچھا تو پھر تم کو تمہارے گناہوں کے بدلے عذاب کیوں دیں گے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے انسان ہو۔ جس کو چاہے گا وہ بخش دے گا اور جس کو چاہے گا وہ سزا دے گا۔ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کی ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

"اے اہلِ کتاب (یہودی و عیسائی) تمہارے پاس ہمارا یہ رسول (محمدؐ) آ پہنچا جو کہ تم کو صاف صاف بتلاتا ہے۔ ایسے وقت میں جب کہ رسولوں کی (آمد) کا سلسلہ موقوف تھا۔ تاکہ تم یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ تو کوئی خوشخبری سنانے والا اور نہ کوئی ڈرانے والا آیا تھا۔ اب تمہارے پاس ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا آ چکا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ○ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ○ (آل عمران ۶۱ تا ۶۳)

"(اے محمدؐ) اب جب کہ تم کو یقینی علم ہو چکا ہے تو اگر کوئی تم سے عیسیٰؑ کے متعلق حجت کرے تو اس سے کہدو کہ آؤ ہم مل کر اپنے اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی اور تمہاری بیبیوں کو بلائیں اور ہم خود بھی شامل ہوں پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ بلاشبہ سچا بیان تو یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس پر بھی اگر وہ رخ پھیر لیں تو اللہ مفسدوں سے خوب واقف ہے۔"

یہ آیات بنی نجران کے عیسائی وفد کے بارے میں نازل ہوئیں یہ واقعہ دس ہجری میں ہوا۔ تقریباً ساٹھ نجرانی عیسائی (علاقہ یمن) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے لیے مدینہ میں عصر کے وقت حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے سردار چودہ تھے۔ یہ لوگ مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو کر نماز ادا کی حضور نے اُن کی مزاحمت نہ کی اور ارشاد فرمایا کہ ان کو مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے دو۔ نماز کے بعد سلسلہ کلام شروع ہوا۔ حضور نے آیات قرآنی پڑھ پڑھ کر اُن کے عقائد کی نفی کی اور عقلی دلائل بھی دیئے۔ مگر یہ وفد شرک پر اڑا رہا۔ اسی واقعہ کے سلسلہ میں سورۃ آل عمران کی مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نبی کو حکم دیا کہ ان سے مباہلہ کرو۔ آپ نے حکم ربی کے مطابق اُن کو

مباہلہ کرنے کا چیلنج دیا۔ جو پہلے تو انہوں نے قبول کر لیا مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن و حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو ساتھ لے کر میدان میں چلے گئے اور اُن لوگوں نے جب یہ نورانی چہرے دیکھے اُن کے پادری نے کہا" کہ اگر تم نے اِن سے مباہلہ کیا تو تمہارا نام و نشان تک مٹ جائے گا"۔ چنانچہ انہوں نے صلاح مشورہ کے لیے مہلت طلب کی اور پھر دوسرے روز مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور جزیہ ادا کرنے پر تیار ہو گئے۔ اس طرح یہ بات تمام عرب کے سامنے کھل گئی کہ نجرانی مسیحیت کے پیشوا اور پادری جن عقائد کا اتباع کر رہے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں۔ اس طرح اُن لوگوں کا تقدس جس کا سکہ دور دور تک رواں تھا ختم ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ (آل عمران ۶۴)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کہدو کہ اے اہل کتاب تم ایک بات پر آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم) مانی ہوئی ہے وہ یہ کہ سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں اور خدا کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ پھر اب بھی اگر وہ رخ پھیر لیں تو اے مسلمانو! تم کہدو کہ گواہ رہو ہم بلاشبہ اللہ کے فرمان بردار ہیں۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ
فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ
أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ
جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ
لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي
مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ
جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

(سورت مائدہ آیت ۴۸، پارہ ۶)

"پھر تم پر (اے محمدؐ) بھی ہم نے برحق کتاب نازل کی جو اگلی کتابوں کو سچا بتاتی ہے اور ان کی محافظ ہے لہذا تم اللہ کے حکم کے موافق ان کے درمیان (عیسائی اور یہودی) فیصلہ کرو۔ اور اس حق کو چھوڑ کر جو تمہارے پاس آ چکا ان کی خواہشوں پر نہ چلو۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک شریعت اور ایک خاص طریقہ (زندگی) مقرر کر دیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت کر دیتا۔ مگر وہ اپنے دیئے ہوتے حکم میں تم سب کو آزمانا چاہتا ہے۔ لہذا تم نیکیوں کی طرف لپکو۔ اللہ کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے وہ سب تم کو بتا دیگا۔"

اگلی کتابوں سے مراد توریت، زبور اور انجیل ہے۔

آیت میں جو یہ لفظ سچا بتاتی ہے درج ہے انہیں کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام مسلمان اس بات کو سچ مانتے ہیں اور ہمارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک ہم توریت اور انجیل کے نزول کو بھی قرآن کے نزول کی طرح نہ مانیں۔ یہ نہیں کہ آج بھی جو کچھ اس میں درج ہے وہ سچ ہے حالانکہ خود قرآن نے ان باتوں کی تصدیق کی ہے کہ یہ کتابیں اپنی اصل حالت میں اس وقت موجود نہیں تبھی قرآن پاک نازل کیا۔ تاکہ جو رد و بدل اللہ کی کتابوں میں ہو چکا قرآن ان کو کھول کر بیان کر دے اس طرح یہ ان سبھی کتابوں کی حفاظت کرتا ہے۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝٨٣ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ

أَجْمَعِينَ ○ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا
مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَحِيمٌ ○ ۸۹ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ
مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ○ ۹۱

(آلِ عمران آیات ۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۹-۹۱)

"کیا پھر دینِ خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں۔؟ حالانکہ حق تعالیٰ کے سامنے سب سر جھکائے ہوئے ہیں۔ جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ خوشی سے اور بے اختیاری سے، اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا۔ (قرآن) اور اس پر بھی جو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ کی طرف بھیجا گیا۔ اور اس پر بھی جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا انکے پروردگار کی طرف سے۔ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو باقی رکھے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی بھی لعنت ہوتی ہے۔ ہاں مگر جو لوگ توبہ کرلیں اس کے بعد اور اپنے آپ کو ٹھیک کرلیں پس بے شک خدائے تعالیٰ

بخش دینے والے اور رحمت کرنے والا ہیں۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور حالتِ کفر ہی میں مر گئے ان میں سے کسی سے بھی زمین بھر کے برابر سونا لیطور معاوضہ کے قبول نہ کیا جائے۔ (جو وہ اپنے کفر کے عوض) دینا چاہے گا۔ اور ان لوگوں کا کوئی بھی حامی اور مددگار نہ ہوگا اور (روزِ قیامت) ان کو دردناک سزا دی جائے گی۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ (سورت النساء ۱۷۳)

"پھر جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے اچھے کام بھی کیئے ہوں گے تو ان کو ان کا پورا پورا ثواب دیں گے اور جن لوگوں نے عار کیا ہوگا اور تکبر کیا ہوگا تو اُن کو سخت دردناک سزا دی جائے گی، اور وہ کسی غیر اللہ کو اپنا یار اور مددگار نہیں پائیں گے۔"

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ (الزخرف آیت ۸۶-۸۷)

" اور خدا کے سوا جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش تک کا اختیار نہ رکھیں گے، ہاں جن لوگوں نے حق بات کی (یعنی کلمۂ ایمان) کا اقرار کیا تھا اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے؛ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا۔؟ تو یقیناً کہیں گے اللہ نے، پھر کدھر یہ اُلٹے پھر رہے ہیں"

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ۝ سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (الزخرف ۸۱-۸۲)

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہیں کہ اگر خدائے رحمٰن کے کوئی اولاد ہو تو سب سے اوّل اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں، پاک ہے آسمان و زمین کا پروردگار اور عرش کا رب ہر اس عیب سے جو یہ (مشرک) بیان کرتے ہیں؛

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ (الصف ۷-۹)

" اب بھلا اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھے، حالانکہ اسے اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو۔ ایسے ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا۔ خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ (اللہ) وہی تو ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔"

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

(آلِ عمران آیت ۲۰)

"اور کہیئے اُن لوگوں سے جن کو کتاب (انجیل، توراۃ) دی گئی اور اَن پڑھوں سے کہ کیا تم اسلام لائے۔؟ پس اگر وہ اسلام قبول کرلیں جب تو ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو اتنا ہی آپ کے ذمہ تھا کہ آپ پیغام پہنچا دیں۔ (جو آپ نے پہنچا دیا) اور اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔"

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

(الزخرف ۸۹)

"پس آپ ان سے بے رُخ رہیئے اور یوں کہہ دیجیے کہ تم کو سلام کرتا ہوں، وہ (اس کا انجام) ضرور جان لیں گے۔"

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

کا نزول قربِ قیامت میں کسی نئے نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ نہ ان پر وحی نازل ہوگی اور نہ کوئی خدا کی طرف سے نیا پیغام لے کر آئیں گے نہ وہ شریعتِ محمدیؐ میں کوئی اضافہ یا کمی کریں گے۔ نہ اُن کو تجدید دین کے لئے لایا جائے گا اور نہ وہ لوگوں کو اپنے اُوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے نہ وہ اپنے ماننے والوں کی کوئی جماعت بنائیں گے۔ وہ صرف ایک خاص کام کے لئے بھیجے جائیں گے اور ہوگا وہ دجال کے فتنہ کا استیصال، اس غرض کے لئے وہ اس طریقہ پر نازل ہوں گے کہ جن مسلمانوں کے درمیان اُن کا نزول ہوگا انہیں اس امر میں کوئی شک نہ رہے گا کہ یہ عیسیٰ ابنِ مریم ہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ٹھیک وقت پر تشریف لائے ہیں۔ وہ آکر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے جو بھی اس وقت مسلمانوں کا امام ہوگا اُس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور جو بھی امیر ہوگا اسکو آگے رکھیں گے تاکہ اس شبہ کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش نہ رہے کہ وہ اپنی سابقہ پیغمبرانہ حیثیت کی طرح اب پھر پیغمبری کے فرائض انجام دینے کے لئے آئے ہیں۔ ان کی آمد سے مہرِ نبوت کے ٹوٹنے کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔ اسی طرح ان کی آمد سے مسلمانوں کے اندر کفر اور ایمان کا کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔ ان کی سابقہ نبوت پر بھی اگر آج کوئی مسلمان ایمان نہ لائے تو کافر ہو جائے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی اُس نبوت پر ایمان رکھتے تھے اور آپؐ کی امت ابتدا سے ان کی مومن ہے۔ یہی حیثیت اسوقت بھی ہوگی۔ مسلمان کسی تازہ نبوت پر ایمان نہ لائیں گے بلکہ عیسیٰ بن مریم کی سابقہ نبوت پر ہی ایمان رکھیں گے جس طرح آج رکھتے ہیں۔

اس کتاب کی تدوین میں مندرجہ ذیل کتب کی مدد لی گئی ہے۔

تفہیم القرآن ٭ ضیاء القرآن ٭ سبحان القرآن ٭ انجیل کے حوالہ جات

انسائیکلوپیڈیا (برٹانیکا) اور کتاب اعمال کے حوالہ جات

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کی

ایمان افروز ، وجد آفرین ، شعلہ نوا تقاریر

خطباتِ امیرِ شریعت

مولانا مجاہد الحسینی

ایڈیٹر ماہنامہ صوت الاسلام
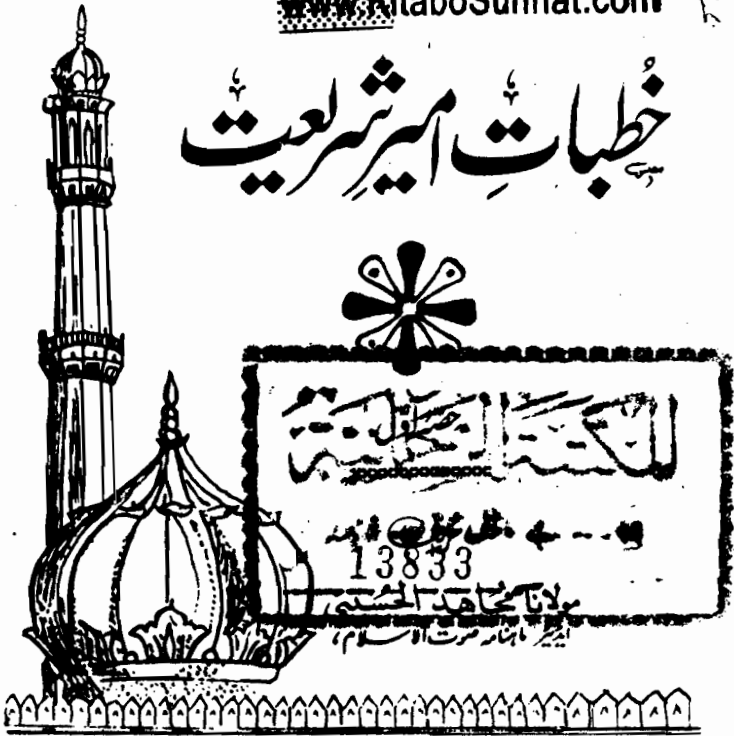
ادارہ صوت الاسلام

* اسلام کے معاشی اور معاشرتی انقلاب کا علمبردار
* علوم و معارف اسلامیہ حنفیہ کا مبلغ و داعی
* باطل تحریکوں کے خلاف جہاد
ماہنامہ
صوت الاسلام
۶۵- بی پیپلز کالونی، فیصل آباد، پاکستان ○ فون ۴۲۷۰۰
رئیس التحریر
مجاہد الحسینی
ہر شمارہ:-
دینی، علمی، تاریخی اور سیاسی معلومات کا گرانقدر مجموعہ
بدل اشتراک
سالانہ ---------- ۵۰ روپے
شمارہ ---------- ۴ روپے
صوت الاسلام
کا مطالعہ فکر و نظر میں اسلامی انقلاب کا موجب اور باعث ثواب،
اس میں اشتہار ـــــ مصنوعات کے تعارف کا ذریعہ،